ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲ نومبر ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

ہدیہ ۲۵

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ سُوَیْدِ الْاَزْدِیِّ قَالَ وَفَدْتُ سَابِعَ سَبْعَۃٍ مِّنْ قَوْمِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَیْہِ وَکَلَّمْنَاہُ اَعْجَبَہٗ مَا رَاٰی مِنْ سَمْتِنَا وَزِیِّنَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ قُلْنَا مُؤْمِنُوْنَ فَتَبَسَّمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَقَالَ اِنَّ لِکُلِّ قَوْلٍ حَقِیْقَۃً فَمَا حَقِیْقَۃُ قَوْلِکُمْ وَاِیْمَانِکُمْ قُلْنَا خَمْسَ عَشَرَۃَ خَصْلَۃً خَمْسٌ مِّنْھَا اَمَرَتْنَا رُسُلُکَ اَنْ نُّؤْمِنَ بِھَا وَخَمْسٌ اَمَرَتْنَا اَنْ نَّعْمَلَ بِھَا وَخَمْسٌ تَخَلَّقْنَا بِھَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَنَحْنُ عَلَیْھَا اِلَّا اَنْ تَکْرَہَ مِنْھَا شَیْئًا فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْخَمْسُ الَّتِیْ اَمَرَتْکُمْ بِھَا رُسُلِیْ قُلْنَا اَمَرَتْنَا اَنْ نُّؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَمَا الْخَمْسُ الَّتِیْ اَمَرَتْکُمْ اَنْ تَعْمَلُوْا بِھَا قُلْنَا اَمَرَتْنَا اَنْ نَّقُوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَنُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَنَصُوْمَ رَمَضَانَ وَنَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْنَا اِلَیْہِ سَبِیْلًا قَالَ وَمَا الْخَمْسُ الَّتِیْ تَخَلَّقْتُمْ بِھَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ قُلْنَا الشُّکْرُ عِنْدَ الرَّخَاءِ وَالصَّبْرُ عِنْدَ الْبَلَاءِ وَالرِّضَا بِمُرِّ الْقَضَاءِ وَالصِّدْقُ فِیْ مَوَاطِنِ اللِّقَاءِ وَتَرْکُ الشَّمَاتَۃِ بِالْاَعْدَاءِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُکَمَاءُ عُلَمَاءُ کَادُوْا مِنْ فِقْھِھِمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ ثُمَّ قَالَ وَاَنَا اَزِیْدُکُمْ خَمْسًا فَتَتِمُّ لَکُمْ عِشْرُوْنَ خَصْلَۃً اِنْ کُنْتُمْ کَمَا تَقُوْلُوْنَ فَلَا تَجْمَعُوْا مَا لَا تَاْکُلُوْنَ وَلَا تَبْنُوْا مَا لَا تَسْکُنُوْنَ وَلَا تَنَافَسُوْا فِیْ شَیْءٍ اَنْتُمْ عَنْہُ غَدًا زَائِلُوْنَ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ وَعَلَیْہِ تُعْرَضُوْنَ وَارْغَبُوْا فِیْمَا تَقْدَمُوْنَ وَفِیْہِ تَخْلُدُوْنَ فَانْصَرَفُوْا وَقَدْ حَفِظُوْا مِنْ وَصِیَّتِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَعَمِلُوْا بِھَا (رواہ ابو نعیم فی کتاب معرفۃ الصحابۃ کما فی شرح المواھب)

ترجمہ: سوید ازدی روایت فرماتے ہیں کہ ہماری قوم کے سات آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جن میں ساتواں شخص میں تھا جب ہم آپ کی خدمت میں آئے اور آپ سے گفتگو کی تو جو طرز و انداز آپ نے ہمارا دیکھا آپ کو بہت پسند آیا آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو ہم نے عرض کیا مسلمان، آپ مسکرائے اور فرمایا ہر بات کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے بتاؤ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے ہم نے عرض کیا پندرہ چیزیں ہیں جن میں پانچ تو ایسی ہیں جن کے متعلق آپ کے قاصدوں نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان پر یقین رکھیں اور پانچ ایسی ہیں جن کے متعلق کہا ہے کہ ہم ان پر عمل کیا کریں اور پانچ وہ ہیں جن کی عادت ہمیں زمانۂ جاہلیت سے پڑی ہوئی ہے اور اب تک ہم اُن پر قائم ہیں ہاں اگر آپ انھیں پسند نہ کریں تو البتہ ہم انھیں چھوڑ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بتاؤ وہ پانچ باتیں کیا ہیں جن پر میرے قاصدوں نے تم کو یقین رکھنے کے لئے کہا ہے، ہم نے عرض کیا یہ ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، اس کی کتابیں، اس کے سب رسولوں کو مانیں اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا یقین کریں۔ فرمایا وہ پانچ باتیں کیا ہیں جن پر عمل کرنے کے لئے کہا ہے، ہم نے عرض کیا یہ کہ ہم اقرار کریں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں نماز باضابطہ پڑھیں، زکوٰۃ دیں، رمضان کے روزے رکھیں اور اگر زادِ راہ موجود ہو تو بیت اللہ کا حج بھی کریں۔ فرمایا اچھا اب وہ باتیں بتاؤ جن کی کفر کے زمانہ سے تمہیں عادت ہے۔ ہم نے عرض کیا، فراخی میں شکر کرنا، مصیبت میں صبر کرنا، مقدرات جب سامنے آجائیں تو ان پر خوش رہنا، جنگ میں ثابت قدمی اور دشمنوں کی مصیبت پر ہنسی نہ اڑانا۔ آپ نے فرمایا تم سب کے سب بڑے حکیم اور عالم نکلے۔ قریب تھا کہ اپنے اس علم و فہم کی بدولت نبی بن جاتے (اگر نبوت جاری ہوتی) اچھا تو اب پانچ باتیں میں تمہیں بتاتا ہوں تاکہ کل مجموعہ بیس باتیں ہوجائیں۔ اگر بات اسی طرح سے ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو حاجت سے زیادہ کھانا جمع نہ کرو اور ضرورت سے زیادہ مکانات نہ بناؤ اور جس چیز کو چھوڑ کر کل تمہیں چلے جانا ہے اس میں ایک دوسرے کی حرص نہ کرو، اور ایک اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کی طرف پھر لوٹ کر تمہیں چلا جانا ہے اور جس کے سامنے حساب دینے کے لئے پیش ہونا ہے اور اس گھر کی فکر رکھنا جس میں تمہیں آئندہ جانا اور ہمیشہ رہنا ہے۔ آپ کی یہ وصیت سن کر وہ اپنے وطن کو واپس ہو گئے اور ان پر عمل کیا۔

تشریح: چونکہ یہ لوگ عام اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور نظر آرہے تھے اس لئے آپ نے ان کو اسلام کے ایک بلند مقام کی تعلیم دی یعنی توکل کی۔ جن پانچ چیزوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے ان کا زیادہ تعلق اسی صفتِ توکل کے ساتھ ہے۔ توکل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب پر ترکِ اعتماد کا نام ہے۔ ترکِ اسباب آسان ہے اور اسباب کرکے ان پر ترکِ اعتماد مشکل ہے۔ بقدرِ ضرورت غذا کی تلاش، رہائش کا انتظام توکل کے منافی نہیں البتہ حاجت سے زیادہ غذا، ضرورت سے زیادہ تعمیر، یہ توکل کے منافی ہے اسی لئے یہاں آپ نے بقدرِ حاجت غذا یا مکان کی ممانعت نہیں کی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دینِ اسلام چونکہ ایک عالمگیر مذہب ہے اس لئے اس میں ہر ذوق اور ہر مزاج کے مناسب تعلیمات رکھی گئی ہیں اگر کوئی ورع و تقویٰ کی باریکیوں سے گذرتے ہوئے گھبراتا ہے تو اس کے لئے رخصتوں کے صاف اور کھلے ہوئے راستے موجود ہیں اور اگر کوئی بلند فطرت رخصتوں کی بجائے ان دشوار گذار وادیوں میں گذرنے کی تلاش رکھتا ہے جن سے گذرنے کی تمنا ہر عاشق مزاج کو ہوا کرتی ہے تو ایسی قربان گاہوں کی بھی یہاں کمی نہیں ہے۔ ان دونوں کے درمیان اعتدال کا راستہ ہے جن میں نہ وہ سہولتیں ہیں نہ یہ دشواریاں یہاں اپنی حاجت سے زیادہ جمع کرنے اور ضرورت سے زیادہ مکان تعمیر کرنے کی اجازت بھی مل جاتی ہے مگر پھر ان کے لئے کچھ حقوق بھی رکھے گئے ہیں جن کے ادا کرنے میں مواخذہ کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ اب یہ آپ کے پسند کی بات ہے چاہے تو وہ زندگی گذاریے جو بے کھٹکے ہو اور چاہے وہ بسر کیجیے جس میں خطرات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر ——— ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۳ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ | شمارہ ۲۷

بمطابق ۲ نومبر ۱۹۶۲ء

پاکستان وہندوستان میں

سالانہ ——— ۱۱ روپے

ششماہی ——— ۶ روپے

سہ ماہی ——— ۳ روپے

فی پرچہ ——— ۲۵ پیسے

• سعودی عرب • کویت • ایران

• افریقہ • ملایا

• ہانگ کانگ • انگلینڈ

کیلئے

سالانہ چندہ

عام ڈاک سے

——— ۱۸٫۸۷ روپے

ہوائی ڈاک سے

——— ۵۴٫۰۰ روپے

امریکہ

عام ڈاک سے

——— ۲۴ روپے

ہوائی ڈاک سے

——— ۸۲٫۰۰ روپے

نوٹ

اشتہارات کی ذمہ داری مشتہرین پر ہوگی

افقِ عالم پر مہیب بادل

آج تمام انسانی دنیا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ کا مظہر ہے۔ کوئی حکومت یا ملک ایسا نہیں جس میں اضطراب پریشانی نہ ہو۔ مسلم ممالک بھی اس لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں۔ شر و فساد کا منبع تو امریکہ اور روس ہی ہیں۔ امریکہ پہلے ایک متمول اور زرخیز ملک کی حیثیت سے مشہور تھا۔ جنگی طاقت کے لحاظ سے اس کا نام صفر کے برابر تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں قیصر جرمنی نے فوجی طاقت، اور ایجادات کی قوت سے جو زلزلہ دنیا میں ڈالا تھا اس نے امریکہ کو جنگی تیاری پر آمادہ کیا اور اس کی محفوظ اور تازہ دم فوج نے آخر وقت میں پیرس پہنچ کر جنگ کا نقشہ بدل ڈالا اور اس طرح امریکہ پہلی بار ایک فوجی طاقت کی حیثیت سے افقِ عالم پر چمکا اور اس کے بعد اس نے جنگی تیاریوں پر زیادہ توجہ دی مگر پھر بھی اس کا نمبر برطانیہ کے بعد ہی سمجھا جاتا رہا۔ روس اگرچہ ایک زبردست اور مستبد طاقت تھی مگر برطانیہ اور جاپان سے زک اٹھاتا رہا۔ اس کے اندرونی نظم ونسق اور اخلاقی پستی نے اس کی ساکھ کو تباہ کیا ہوا تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ملک میں انقلاب ہوا اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف انقلاب آیا اور اس کا ردعمل اتنا شدید تھا کہ مذہب سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ عوام نے سربراہ حکومت (زار روس) کو عیاشی اور ظلم کے رنگ میں دیکھا اور مذہب کو لاٹ پادری راسپوٹین کے رنگ میں دیکھا جو خود بدمعاش ومکار ہونے کے علاوہ زار روس کا دلال تھا۔ اور زارینہ (زار روس کی بیوی) کا ہمراز ودمساز تھا۔ چنانچہ جہاں حکومت کا تختہ الٹا وہاں مذہب کو بھی خیرباد کہہ دیا گیا۔ بہرحال افقِ عالم پر برطانیہ کے ساتھ (جس کی حکومت پر آفتاب غروب نہ ہو رہا تھا) دو اور مضبوط طاقتیں جنگی حیثیت سے ابھریں۔ مگر پھر بھی چودھراری برطانیہ ہی کے ہاتھ رہی۔ یہاں تک کہ دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر نے برطانیہ کی چودھراری تو ختم کر کے رکھ دی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر جنگ کے خاتمہ پر امریکہ اس کی دست گیری نہ کرتا تو اس کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا اور اس کی ایسی پٹائی ہوتی کہ تمام سابقہ عہد حکمرانی کو بھول جاتا۔ مگر امریکہ نے تین سال کی تیاری کے بعد ہٹلر کے مفتوحہ یورپ کو دوبارہ آزاد کرا کر دنیا سے اپنی قوت کا لوہا منوا لیا۔

دوسری طرف اشتراکی روس نے جرمنی کی مخالفت ہی میں اپنی عظمت کا خواب دیکھا۔ اس کو کیا معلوم تھا کہ جرمنی کی تباہی سے امریکہ کی چودھراری قائم ہو جائے گی اس موقعہ پر جاپان اور ٹرکی کی کمزوری یا بے وفائی سے روس کو نمبر اول کی طاقت بننے کا موقعہ مل گیا۔ اگر جاپان پیچھے سے روس پر حملہ کر دیتا تو اس کو ہٹلر کا مقابلہ کرنے میں بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا۔ اور اگر ٹرکی کی حکومت اپنے پرانے حلیف جرمنی کا ساتھ دیتی تو روس برطانیہ کی طرح پٹ جاتا اور آج ٹرکی اپنے ہمسایہ روس کی وجہ سے امریکہ کا دست نگر ہرگز نہ ہوتا۔ مگر یہ سب قدرتی باتیں ہیں۔ جب اسلام سے بے اعتنائی برتی جائے تو تنزل کے اسباب غیب سے ظہور پذیر ہو جایا کرتے ہیں۔

بہرحال آج دنیا میں دو پہلوان ہیں، روس اور امریکہ۔ اور دونوں ایک دوسرے کو ایٹمی اڈوں اور میزائلوں سے گھیرنے کی کوشش میں مصروف ہیں باقی ممالک میں سے کوئی روس کے ساتھ ہے اور کوئی امریکہ کا حلیف بنا بیٹھا ہے۔ معدودے چند ممالک ایسے ہیں جو غیر جانبداری کا اعلان کرتے ہوتے ہیں جن میں مصر اور انڈونیشیا خاص طور پر قابل ذکر ہیں مگر یہ ان دونوں کی رقابت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ان کے امریکہ کی نسبت روس کے ساتھ تعلقات زیادہ دوستانہ ہیں۔ روس اور امریکہ کی جنگی تیاریاں انتہا تک پہنچ چکی ہیں۔ امریکہ روس کے خلاف دنیا میں اڈے بنا رہا ہے اور روس نے جنوبی امریکہ میں کیوبا کو اپنا لیا ہے۔ اب امریکہ کیوبا میں میزائیل اور روسی ہتھیار دیکھ کر بوکھلا اٹھا ہے۔

جب اسے معلوم ہوا کہ روس کے پچیس بحری جہاز سامان جنگ لے کر کیوبا آ رہے ہیں تو اس نے چار سو بحری جہازوں کے ذریعہ کیوبا کے اردگرد کے سمندروں کی ناکہ بندی کر دی اور ہر دو حریف ممالک روس اور امریکہ نے ایک دوسرے کو دھمکیاں دیں مگر اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کی اپیل پر روس کے وزیر اعظم خروشیف نے غور کرنے کا اعلان کر کے فی الحال جنگ کا خطرہ ٹال دیا ہے مگر کیا واقعی جنگ ٹل گئی ہے یہ کہنا بھی قبل از وقت ہوگا۔ روسی جہازوں نے صرف راستہ تبدیل کیا ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خروشیف اس کو اپنے وقار کا سوال نہ بنائے گا۔

روسی وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ روس کو کسی ملک کو تباہ کرنے کے لئے کسی بیرونی ملک میں اڈے بنانے کی ضرورت ہی نہیں مطلب یہ ہے کہ ہم گھر بیٹھے بٹھائے امریکہ کے واشنگٹن کو تباہ کر

(باقی ص ۹)

مجلس ذکر

مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات بمطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ

جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی۔

اصلاح حال

مرتبہ: مناظر حسین نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں صحیح الخیال اور پاکباز جماعت سے وابستہ کیا اور ذکر الٰہی کی نعمت غیر مترقبہ سے نوازا۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے تتبع میں ذکر کے بعد میں کچھ معروضات پیش کر دیا کرتا ہوں۔ چنانچہ آج میری گذارشات کا عنوان "اصلاح حال" ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

انّ فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلحت جسد کلہ واذا فسدت فسدت جسد کلہ الا وھی القلب ط

بے شک (انسان کے) جسم میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے۔

محترم حضرات! حدیث مذکورہ کی روشنی میں صاف پتہ چلتا ہے کہ اصلاح حال کا تمام دارومدار دل کی اصلاح پر ہے۔

درحقیقت 'دل' جسم انسانی کا بادشاہ ہے دماغ اس کا وزیر یا مشورہ دینے والا ہے۔ اور باقی اعضاء اس کی فوج ہیں۔ اصل میں دل سے ایک بات نکلتی ہے۔ دماغ اس کے متعلق سوچ بچار کرتا ہے، تدبیر سوچتا ہے اور دل کو مشورہ دیتا ہے۔ اگر دل و دماغ متفق ہو جائیں تو باقی اعضاء ان کے حکم کی تعمیل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے بھی قرآن عزیز میں دل ہی کو معیار قرار دیا ہے۔

فرماتے ہیں:۔ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا۔ ترجمہ: اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔

مطلب صاف واضح ہے کہ جس کا دل ذاکر ہے، یاد الٰہی میں مستغرق ہے، اللہ کے خوف سے خائف ہے اور جسے فقط رضائے الٰہی مقصود، مطلوب اور محبوب ہے اس کا حکم مانا جائے۔ کیونکہ ہر وہ شخص جس کے دل میں ذکر الٰہی کا جذبہ موجزن نہیں اور جس کا دل یاد خداوندی سے تڑپتا نہیں بارگاہ خداوندی میں قطعاً قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

خداوند قدوس فقط ان لوگوں کو پسند فرماتے ہیں جن کی نیت اچھی ہے، جن کے قلوب کے چراغ اس کی یاد سے روشن ہیں اور جن کی نبضیں صرف اسی کے ذکر سے حرکت کرتی ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ فلاں شخص خوبصورت ہے، دولت مند ہے یا دینوی جاہ و جلال رکھتا ہے بلکہ وہ دلوں کی کیفیات کو دیکھتا اور قلب کی دھڑکنوں کو سنتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:۔

انّ اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم

بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں اور نہ تمہارے مالوں کو دیکھتے ہیں بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

محترم حضرات! رحمت دو عالم کے ارشادات سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فقط دل کی قیمت ہے اور دل کے بعد وہ عمل کو دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اصل چیز یہی قرار پائی کہ باطن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ضرور درست ہونا چاہئے اور ایسا ہونا اللہ والوں کی صحبت کے بغیر اس دور میں قطعی ناممکن ہے۔

یاد رکھئے! اللہ والوں کی صحبت میں قال حال بن جاتا ہے۔ نیت میں اخلاص اور عمل میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ دل ماسوا اللہ سے

(باقی صــــ)

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد، لاہور

علم و دیں در دیار جنس گراں — لیک ارزانیٔ مباہات ست
رہزناں شکل رہبراں کردند — نام اسلام بر ضلالات ست
کفر خالص ہمی دہند رواج — بلکہ تحریف جملہ آیات ست
کافراں ہم نمی تواں کردند — آنچہ زیں مسلماں شناعات ست
بہر دیں بعد چاردہ صد سال (۱۴۰۰) — از مسلماں نزول آفات ست
رہبراں از مداہنت مجرم — ناشش اندر جہل مدارات ست
لا یخافون لومۃ اللائم — خال خال آنکہ بے مراعات ست
می روند آہ عالمان دیں — روشش زہد بے ہدایات ست
رفت احمد علیؒ پیر ہدیٰ — قوم بس تشنہ مکافات ست
فیض ظاہر نہ فیض باطن ماند — ویں زمانے پر از خرافات ست
چوں بپرسند گو کہ سال وفات — "رحلت کعبۂ مرادات" ست

۱۳۸۱ھ

خطبہ یوم الجمعہ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

اسلامی رواداری

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

(۱) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ انصاف کرو یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ اس سے خبردار ہے۔

(۲) وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

ترجمہ: اور تمہیں اس قوم کی دشمنی جو کہ تمہیں حرمت والی مسجد سے روکتی تھی اس بات کا باعث نہ بنے کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پہ مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

بزرگان محترم! اسلام نے مسلمانوں کو ہر حالت میں انصاف و رواداری سے کام لینے کی تعلیم دی ہے اور یہ اصول قائم کر دیا ہے کہ اپنا ہو یا پرایا، موافق ہو یا مخالف، دوست ہو یا دشمن جس کے ساتھ معاملہ کرو انصاف کے ساتھ کرو اور جس کے حق میں کوئی بات کہو انصاف کی کہو۔ ایک مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہر نیکی اور اچھے کام میں تعاون کرے اور برائی اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں ہرگز شریک نہ ہو دوسرے الفاظ میں مسلمانوں کے تمام کاموں کے لئے یہ ایک عام دستور العمل ہے کہ اچھے آدمیوں کو ان کے اچھے کاموں میں مدد کرو اور برے آدمیوں سے ان کے برے کاموں میں الگ ہو جاؤ۔ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی اسلام نے واضح کر دی کہ مسلک اور راستے اگرچہ مختلف ہیں لیکن سارے کے سارے انسان ایک رب کے بندے اور ایک ہی بزرگ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں کان الناس امۃ واحدۃ۔ چنانچہ ضروری ہے کہ نیکی اگر غیر مسلم بھی کرے تو اس کی مدد کی جائے اور برائی اگر مسلمان کرے تو اس سے بھی تعاون نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلاف کرام ہمیشہ موافق اور مخالف دشمن اور دوست سب کو عدل و انصاف کی نظروں سے دیکھتے رہے۔ دشمنوں کی جفا کاریوں کو قانون الٰہی کی پابندیوں کی بنا پر اپنے ارادے اور نصیحت و خیر خواہی کی وجہ سے ہمیشہ پس پشت ڈالتے رہے اور کبھی عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

برادران محترم! انسان کو دو ہی باتیں حق گوئی سے روکتی ہیں۔ ایک محبت اور دوسرے عداوت — اور یہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ آدمی زیادہ محبت یا زیادہ عداوت کے جوش میں حد سے زیادہ گزر جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز نے صراحت سے فرما دیا کہ سخت سے سخت دشمنی بھی تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو کہ تم زیادتی کر بیٹھو اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو فراموش کر دو۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا

دیکھو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی عداوت تمہیں اس کے ساتھ منصفانہ سلوک سے روک دے۔ تم ہر حالت میں عدل و رواداری سے کام لو کہ یہ چیزیں تقویٰ سے قریب تر ہیں۔ ان احکام کی موجودگی میں کوئی سچا مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے تو کیا ہندو، سکھ، عیسائی اور کسی غیر قوم کے ساتھ بھی ناانصافی و تعصب کا تصور کر سکتا ہے؟ اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسلام اس سے قطعی طور پر بری الذمہ ہے۔ اس کا یہ اقدام حق و راستی کی راہ میں نہیں شیطان کی راہ میں ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دنیائے اسلام کے فرمانروائے اعظم اور آقائے نامدار سید الاولین و الآخرین حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور جلیل القدر صحابی اور خلیفہ دوئم تھے۔ ایسے جلیل القدر باپ کی شہادت پر بیٹے کا غصے میں آ جانا یقینی امر تھا۔

چنانچہ آپ کے صاحبزادے نے غصہ میں آ کر فیروز کا سر قلم کر دیا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب قانون اپنے ہاتھ میں لینے کے جرم میں گرفتار کر لئے گئے مقدمہ پیش ہوا تو تمام مہاجرین رضؓ اور حضرت علیؓ نے ان کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ آخر امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خود خون بہا ادا کر کے ان کی جان چھڑائی۔ غور فرمائیے! کہاں خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا، اس پاک اور برگزیدہ ہستی کا نورِ نظر کہ جسے خود محبوب کبریا نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر خدا سے مانگا اور کہاں ایک مجوسی غلام۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ لیکن اسلام کے ترازو میں آقا و غلام کا کوئی امتیاز نہیں۔ خواجہ و بندہ یہاں سب برابر ہیں۔ تاریخ پیش کر سکتی ہے اس عدل و انصاف کی کوئی نظیر؟

اسلام اور مذہبی آزادی

ہندو، عیسائی اور دیگر اقوام کے مورخین اپنی ہٹ دھرمیوں، تعصبات اور بعض حالات میں اپنی غلط فہمیوں اور ناواقفیتوں کی بنا پر ایک زمانے سے کہتے اور لکھتے چلے آ رہے ہیں کہ اسلام دیگر قوموں کی مذہبی آزادی کے خلاف ہے اور قدیم اسلامی حکومتوں میں غیر قوموں کے حقوق ہمیشہ پامال ہوتے رہے ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر آنکھوں سے تعصب کی پٹی ہٹا کر اور دل کو بغض سے پاک کر کے وہ تاریخ کا مطالعہ کریں تو صاف دکھائی دے گا کہ جتنی مذہبی آزادی عہد اسلامیہ میں غیر قوموں کو حاصل رہی، آج بھی

کسی عہد میں نہیں رہی۔

یورپ آج کل اپنے مذہبی ضعف کی بناء پر ہو سکتا ہے کہ مسجد اور گرجا کو برابر کے پلڑے میں رکھ لے لیکن جہاں مسجد اور شرک کا معاملہ آئے گا مسجد کو گرا کر ہی دم لے گا اور ماضی گواہ ہے کہ بیشتر اوقات ایسا کیا گیا ہے۔

ہسپانیہ کو لیجئے مسلمان جس شقاوت و بہیمیت کے ساتھ محض مسلمان ہونے کی بنا پر وہاں سے خارج کئے گئے اس کی خونیں داستانیں ہسپانیہ کے در و دیوار پر لہو سے لکھی ہوئی اب تک نمایاں ہیں۔

بدھوں کے عہد کا مطالعہ کیجئے اور دیکھئے کہ باوجود آہنسا کے مبلغ ہونے کے اپنے دورِ اقتدار میں ہندوؤں کے ساتھ وہ کتنی رواداری برت سکے۔ برصغیر ہند و پاک کے زمین و آسمان سے اس کی حکایت پوچھو! اس سرزمین کے ذرے ذرے سے شہادت لو اور ان میں بکھری ہوئی جبر و استبداد کی کہانیوں کو دیدۂ دل سے پڑھو! پھر ہندو نے اقتدار پا کر اپنی باری پر بدھوں کے ساتھ جو رواداری برتی ہمالیہ اور وندھیاچل کی چوٹیاں آج تک اس کا نوحہ سنانے کو تیار کھڑی ہیں۔

کیا رہگزارِ عالم کے ان گنت اور لاتعداد ذروں میں سے کوئی ذرہ سطح زمین پر پھیلے ہوئے پہاڑوں کے سلسلوں میں سے کسی پہاڑ کا کوئی سنگریزہ، یہ زمین و آسمان، فضا اور ہوا یا اس کا کوئی ادنیٰ جھونکا بھی جزوی مثال اس امر کی بتا سکتا ہے کہ اسلام کے نام لیواؤں نے اپنے ہزار سالہ عہد ترقی میں کسی عیسائی، مجوسی، یہودی اور ہندو قوم کے افراد کو جبراً تبدیلِ مذہب پر مجبور کیا ہو یا جبریہ استیصال و اخراج کا کوئی مرحلہ پیش آیا ہو؟

عبادت گاہوں کی حفاظت

اس سلسلے میں خود رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ نجرانی عیسائیوں سے قیامت تک کے لئے شاہد عدل ہے۔ اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ ان کے مذہب سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ ایک معاہدہ میں حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے قلم مبارک سے تحریر شدہ یہ الفاظ آج بھی تاریخ کے اوراق میں جگمگا رہے ہیں:

"ان کے گرجے برباد نہ کئے جائیں گے اوقات نماز کے سوا رات دن میں جس وقت بھی چاہیں وہ ناقوس بجائیں اور اپنے تمام تہواروں پر صلیب کے جلوس نکالیں"

محمد بن قاسمؒ نے بھی سندھ میں یہی کیا تھا اور آج تک سندھ کے ریگزاروں کے ذرات اور در و دیوار اس کی رواداری اور عظمت کے قصیدہ خوان ہیں۔ مگر حیف صد حیف کہ آج کل مسلمانوں میں ایک فرقہ دوسرے فرقے کے جذبات سے کھیلنے میں باک محسوس نہیں کرتا۔ جلوس نکلتے ہیں اور سر پھٹول ہوتی ہے۔ شادی بیاہوں کے موقع پر عین نماز کے وقت باجے گاجے سے احتراز نہیں کیا جاتا بعض اوقات نمازیوں کو چڑا کر ڈھول اور بینڈ باجے بجائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے۔

اب شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرمان سے اندازہ کیجئے کہ کس قدر رواداری کا ثبوت مسلمانوں نے غیر مذاہب کے معابد کے سلسلے میں دیا ہے اور یہ وہی عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جن کے متعلق سینکڑوں افسانے یار لوگوں نے اپنی ناواقفیت کی بنا پر گھڑ رکھے ہیں کہ وہ ہندوکش تھا، متعصب تھا، جابر تھا وغیرہ وغیرہ۔

یہ فرمان شہنشاہ کی طرف سے ابوالحسن حاکم بنارس کو بھیجا گیا تھا:

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیمی مندروں کو گرایا جائے۔ ہماری اطلاع میں یہ بات لائی گئی ہے کہ بعض حاکم، بنارس اور اس کے گرد و نواح کے ہندوؤں پر ظلم و ستم کرتے ہیں اور ان کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور ان برہمنوں کو جن کا تعلق پرانے مندروں سے ہے ان کو ان کے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے نہ ان پر کسی قسم کا ظلم کرے۔

"۲۵ جمادی الاول ۱۰۶۵ھ"

پرانے بادشاہوں مسلمان حکمرانوں کے کارنامے اور اس قسم کے بے شمار فرمانات ہیں جو طوالت کی وجہ سے نظر انداز کئے جاتے ہیں۔ مگر ظہیر الدین بابر کی وصیت جو اس نے ہمایوں کو کی آگے ہاتھوں ملاحظہ فرمائیے۔

"اے پسر سلطنت مختلف مذاہب سے پُر ہے۔ الحمد للہ کہ اس نے اس کی بادشاہت تمہیں عطا فرمائی ہے۔ تمہیں لازم ہے کہ تمام تعصبات مذہبی کو لوح دل سے دھو ڈالو اور عدل و انصاف کرنے میں ہر مذہب و ملت کے طریق کا لحاظ رکھو جس کے بغیر تم ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ اس ملک کی رعایا مراحم خسروانہ اور الطافِ شاہانہ ہی سے مرہون ہوتی ہے، جو قوم یا امت قوانینِ حکومت کی مطیع اور فرماں بردار ہے، اس کے مندر اور مزار برباد نہ کئے جائیں، عدل و انصاف کرو۔ کہ رعایا بادشاہ سے خوش رہے۔ ظلم و ستم کی نسبت احسان اور لطف کی تلوار سے اسلام زیادہ ترقی پاتا ہے۔ شیعہ و سنی کے جھگڑوں سے چشم پوشی کرو۔ ورنہ اسلام کمزور ہو جائے گا۔ جس طرح انسان کے جسم میں چار عناصر مل جل کر اتحاد و اتفاق سے کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح مختلف مذاہب رعایا کو ملا جلا کر رکھو اور ان میں اتحادِ کامل پیدا کرو تاکہ جسم سلطنت امراض سے محفوظ و مامون رہے۔ سرگذشت تیمور کو جو اتحاد و اتفاق کا مالک تھا ہر وقت پیش نظر رکھو تاکہ نظم و نسق کے معاملات میں پورا تجربہ ہو"

(ماخوذ از خطبات شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

محترم حضرات! ہمارے اسلاف اور مسلمان حکمرانوں کی رواداری اور بے تعصبی کی تفصیل اگر پیش کی جائے تو یقین جانئے ایک بہت بڑا دفتر تیار ہو جائے لیکن خوف طوالت کے پیش نظر فتح مکہ کے دوران رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم اور رواداری کے تذکرہ حسنہ پر اپنی معروضات کو ختم کروں گا۔

صلح حدیبیہ کے دو سال بعد جب نادانانِ قریش کی طرف سے بد عہدی ہوئی اور انہوں نے معاہدہ کی شرط کو توڑ دیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار نوجوانانِ اسلام کے ساتھ فوج کشی کی اور مکہ معظمہ پر چڑھائی کا بازار گرم ہو گیا۔ قریش اور اہلِ مکہ کے سیاہ کارنامے جو یقیناً بے حد اور بے پایاں تھے۔ ظاہر بینوں کی نظر میں، اپنی قوت اور سطوت کا مظاہرہ کرنے والوں کی نظر میں اور ملوکیت اور شوکت و دبدبہ قائم کرنے والوں کی نظر میں تو یہ لازم تھا کہ ایک آدمی بھی مکہ والوں کا زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ مگر آپ نے عفو و کرم اور مشفقانہ ہمدردی سے کام لیا عالی حوصلگی اور بے تعصبی کا ثبوت دیا اور اعلان

(باقی بر صفحہ [illegible])

سلف صالحین کی عبادت کا حال

حاجی کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

حضرت ابو محمد حریری نے مکہ مکرمہ میں ایک سال کا اعتکاف کیا جس میں نہ تو بالکل سوئے نہ بات کی نہ کسی لکڑی یا دیوار پر سہارا لیا یا ٹیک لگائی۔ حضرت ابوبکر کتانی نے ان سے پوچھا کہ اس مجاہدہ پر تمہیں کس چیز سے قدرت حاصل ہوئی۔ وہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے میرے باطن کی پختگی کو دیکھا اس نے میرے ظاہر کو اس پر قدرت عطا فرما دی۔ حضرت ابوبکر کتانی نے یہ سن کر سوچ اور فکر میں گردن جھکا لی اور تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے۔ پھر اسی سوچ و فکر میں چلے گئے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت فتح بن سعید موصلی کے پاس سے گذرا وہ دونوں ہاتھ پھیلائے رو رہے تھے اور ان کے آنسو انگلیوں کے بیچ میں سے نیچے گر رہے تھے اور وہ زرد تھے (یعنی آنسوؤں میں خون کی آمیزش تھی) میں نے ان سے قسم دے کر پوچھا کہ یہ خون کے آنسو کس صدمہ سے گرا رہے ہو۔ (خیر تو ہے کیا آفت آگئی) وہ فرمانے لگے کہ اگر تم قسم نہ دیتے تو میں نہ بتاتا۔ ہاں میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کا حق مجھ پر تھا اس کو ادا نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ خون کیوں آگیا۔ کہنے لگے اس خوف سے کہ میرا یہ رونا کہیں غیر معتبر اور جھوٹا (نفاق سے) نہ ہو۔ وہ شخص کہتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوگیا تو میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا کہ میری مغفرت ہوگئی۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے آنسوؤں کا کیا حشر ہوا۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ آنسو کیسے تھے میں نے عرض کیا اس پر رنج تھا کہ آپ کا جو حق مجھ پر واجب ہے وہ میں ادا نہ کر سکا۔ ارشاد ہوا کہ خون کیوں تھا۔ میں نے عرض کیا اس خوف سے کہ یہ رونا جھوٹا نہ ہو، غیر معتبر نہ ہو جائے۔ ارشاد ہوا کہ آخر تو ان سب سے کیا چاہتا تھا۔ میری عزت کی قسم تیرے کراماً کاتبین چالیس سال سے تیرے اعمال کا صحیفہ ایسا لا رہے ہیں کہ ان میں کوئی خطا لکھی ہوئی نہیں ہوتی

عبدالواحد بن زید کہتے ہیں کہ میرا گذر ایک گرجا پر ہوا۔ وہاں ایک راہب (دنیا سے منقطع) رہتا تھا۔ میں نے اس کو راہب کہہ کر آواز دی۔ وہ نہ بولا۔ پھر دوسری مرتبہ پکارا۔ پھر بھی نہ بولا۔ پھر تیسری دفعہ جب میں نے پکارا تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ڈرتا ہو، اس کی کبریائی میں اس کی تعظیم کرتا ہو، اس کی بلاؤں پر صبر کرتا ہو۔ پھر اس کے تقدیری فیصلوں پر راضی ہو، اس کی نعمتوں پر شکر کرتا ہو۔ اس کی عظمت کے سامنے تواضع سے رہتا ہو، اس کی عزت کے مقابلے میں اپنے کو ذلیل رکھتا ہو۔ اس کی قدرت کاملہ کا اطاعت کرنے والا ہو۔ اس کی ہیبت سے عاجزی کرتا ہو۔ اس کے حساب اور اس کے عذاب کی ہر وقت فکر میں رہتا ہو، دن میں روزہ رکھتا ہو، رات کو بیدار رہتا ہو۔ جہنم کے خوف نے اور میدان حشر کے سوال نے اس کی نیند اڑا دی ہو، جس میں یہ باتیں ہوں وہ راہب ہے۔ میں تو ایک ٹرکایا کتا ہوں۔ اس وجہ سے یہاں بیٹھ گیا ہوں کہ کہیں کسی کو کاٹ نہ کھاؤں۔ میں نے اس سے پوچھا، کیا بات ہے کہ لوگ حق تعالیٰ شانہٗ کی بڑائی کو جانتے ہیں۔ پھر بھی اس سے ان کا رشتہ ٹوٹا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ صرف دنیا کی محبت نے اور اس کی زیب و زینت نے ان کا رشتہ توڑ رکھا ہے دنیا گناہوں کا گھر ہے۔ سمجھ دار اور عاقل وہ شخص ہے جو اس کو اپنے دل سے پھینک دے اور اللہ جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہو جائے اور ایسے کام اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے قریب کر دیں۔

حضرت اویس قرنی جو مشہور بزرگ ہیں کسی دن فرماتے کہ آج کی رات رکوع کرنے کی ہے پس تمام رات رکوع میں گزار دیتے۔ پھر کہتے کہ آج کی رات سجدہ کی ہے تمام رات ایک سجدے میں گزار دیتے۔ جب عتبہ غلام تائب ہوئے تو کھانے پینے کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کی ماں نے ایک مرتبہ ان سے کہا۔ اپنے نفس پر رحم کھا۔ کچھ راحت بھی لے لیا کر۔ کہنے لگے کہ اُس پر رحم کھانے ہی کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔ تھوڑے دن کی مشقت ہے۔ پھر ہمیشہ ہمیشہ راحت ہی لینا ہے

عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ یہ (بزرگ حضرات) جب کوئی ان میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو وہ بستر اٹھا کر لپیٹ دیتا ہے۔ یعنی پھر سونے کا نمبر ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت کہمس بن حسن ہر رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے اور اپنے نفس کو خطاب کر کے کہتے کہ اے ہر برائی کی جڑ (نماز کے لئے) کھڑا ہو جا۔ جب ضعف بہت زیادہ ہو گیا تو روزانہ پانچ سو رکعتیں کر دی تھیں اور اس پر رویا کرتے تھے کہ میرا آدھا عمل جاتا رہا۔

حضرت ربیع کہتے ہیں کہ میں حضرت اویس قرنی کے پاس آیا۔ وہ صبح کی نماز پڑھ کر تسبیح پڑھنے میں مشغول ہو گئے تھے۔ مجھے خیال ہوا کہ اس وقت ان کا حرج ہوگا۔ میں فراغت کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ وہ اسی حال میں بیٹھے پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ وہ ظہر کی نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور عصر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر عصر کی نماز سے فارغ ہو کر اسی جگہ مغرب تک بیٹھے رہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی، عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر صبح تک وہیں جمے رہے۔ دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد بیٹھے تھے۔ اسی حال میں کچھ غنودگی سی آگئی۔ چونک کر کہنے لگے یا اللہ ایسی آنکھ سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جو بار بار سوتی ہو اور ایسے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں جو بھرتا ہی نہ ہو۔ میں یہ سب حالت دیکھ کر وہاں سے یہ کہہ کر چلا آیا کہ مجھے تو عبرت کے لئے یہی کافی ہے جو میں نے دیکھ لیا۔

احمد بن حرب کہتے ہیں۔ تعجب، تو اُس شخص پر ہے جس کو یہ معلوم ہے کہ آسمان پر اُس کے لئے جنت کو آراستہ کیا جا رہا ہے اور اس کے نیچے جہنم بھڑکائی جا رہی ہے ان دونوں کے درمیان اُس کو کیسے نیند آتی ہے۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم ادھم کے پاس گیا۔ وہ عشا کی نماز کے بعد اپنی عبا میں لپٹ کر ایک کروٹ لیٹے اور صبح تک اُسی طرح لیٹے رہے۔ نہ تو حرکت کی نہ کروٹ بدلی۔ صبح کو اُٹھ کر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی۔ میں نے اُن سے کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم کرے۔ ساری رات لیٹے سوتے رہے اور بغیر وضو ہی نماز پڑھ لی۔ فرمانے

لگے کہ میں ساری رات کبھی جنت کے باغوں میں دوڑتا تھا کبھی جہنم کی گھاٹیوں میں۔ ایسی حالت میں نیند کہاں آ سکتی تھی۔

کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش چالیس برس تک بستره پر نہیں لیٹے اور اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اس کھڑکی (کوٹھی) میں گناہ نہ کرنا میں نے اس میں بارہ ہزار قرآن پاک ختم کئے ہیں۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو مکان کے ایک کونہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس کونے میں میں نے چھبیس ہزار قرآن ختم کئے ہیں۔

حضرت سمنون پانچ سو رکعت نفل روانہ پڑھتے تھے۔ انہیں کا ایک قصہ علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ بغداد میں ایک شخص نے چالیس ہزار درم فقراء پر تقسیم کئے۔ سمنون فرمانے لگے کہ درم تو ہمارے پاس ہیں نہیں چلو ہم درہم کے بدلے ایک رکعت نماز پڑھ لیں۔ یہ کہہ کر مدائن گئے اور وہاں چالیس ہزار رکعتیں پڑھیں۔

ابوبکر مطوعی کہتے ہیں کہ میرا معمول اپنی جوانی میں اکتیس^۳۱ ہزار یا چالیس^۴۰ ہزار مرتبہ راوی کو شک ہے روزانہ قل ہو اللہ شریف پڑھنے کا تھا۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں عامر بن عبدالقیس کے ساتھ چار مہینے رہا۔ میں نے ان کو دن میں یا رات میں سوتے نہیں دیکھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ صبح کی نماز پڑھ کر دائیں جانب منہ کرکے بیٹھے۔ آپ پر رنج کا اثر بہت تھا۔ طلوع آفتاب تک آپ بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ہاتھ کو (افسوس کے ساتھ) پلٹ کر فرمایا خدا کی قسم میں نے حضورؐ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا۔ آج کوئی بات بھی ان کی مشابہت کی نہیں دیکھتا۔

(باقی)

بقیہ: افق عالم پر مہیب بادل

سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر امریکہ کیوبا کو اور مہلت دیتا ہے تو پھر وہ امریکہ کو کیوبا کے ایٹمی ہتھیاروں سے تباہ ہونے کے امکانات خود پیدا کرتا ہے اب بھی اس وقت کیوبا پر حملہ آسان نہیں وہاں ہر طرف جنگ کے نعرے سنائی دیتے اور روسی اسلحہ جنگ کی نمائش دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح روس اگر امریکہ کی موجودہ ناکہ بندی کے آگے ہتھیار ڈال دیتا ہے تو پھر امریکہ کے طریق کار کی فتح ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے جنوبی امریکہ بلکہ اور مقامات پر بھی یہی طریقہ اختیار کرنے کی جرأت کرے گا معاملہ بڑا نازک ہے اور اگر امریکہ کیوبا پر حملہ کر دے تو خطرہ ہے کہ روس امریکی حلیف ممالک ترکی وغیرہ پر حملہ کر دے۔ خدا نہ کرے اگر ایسا ہوا تو پھر روایات کی روشنی میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا وقت قریب ہوگا۔ کیونکہ مہدی سے قبل روایات میں قسطنطنیہ کے سقوط کا ذکر آیا ہے۔ جس کے بعد دوسری جگہ شام میں ہوگی۔ بہرحال ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایٹمی جنگ کے امکانات کو ختم فرما دے جس سے نصف دنیا کی تباہی کا خطرہ لاحق ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے امید بھی یہی ہے کہ بڑی طاقتیں اسی طرح دھمکیاں دیتی اور معمولی مقامی جنگیں کرتی رہیں گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو جائے اور مہدی علیہ السلام آکر امن عکم کا پیغام سنا دیں۔ وما ذالک علی اللہ لعزیز وما ھی من الظلمین ببعید

قاری محمد طیب مدظلہ العالی مہتمم دار العلوم دیوبند کی تشریف آوری

شورش کاشمیری

اے یادگارِ حلقہ بگوشانِ مصطفےٰ
خوش آمدید بلبلِ بستانِ مصطفےٰ

اس میں نہیں کلام دیوبند کا وجود
ہندوستاں کے سر پہ ہے احسانِ مصطفےٰ

تا حشر اس پہ رحمتِ پروردگار ہو
پیدا کئے ہیں جس نے فدایانِ مصطفےٰ

گونجے گا چار کھونٹ میں نانوتوی کا نام
بانٹا ہے جس نے بادۂ عرفانِ مصطفےٰ

دار العلوم تیرے بزرگوں کی یادگار
تیرے بزرگ حلقہ بگوشانِ مصطفےٰ

دل میں تھا جن کے خوفِ خداوندِ لایزال
سر پہ تھا جن کے سایۂ دامانِ مصطفےٰ

اس مدرسہ کے جذبۂ غیرت سرشت سے
پہنچا ہے خاص و عام کو فیضانِ مصطفےٰ

کافر گروں کی کھیپ ہے اب اُن پہ طعنہ زن
جن کا ہر ایک فرد ہے دربانِ مصطفےٰ

یہ کیا غضب ہے دین فروشانِ عصرِ نو
ڈھاتے ہیں دستِ شرک سے ایوانِ مصطفےٰ

ان ظالموں سے عہدہ برآ ہوں کس طرح
اس فکر میں ہیں غرق ثنا خوانِ مصطفےٰ

اس کی طرف سے نذرِ محقّر قبول ہو
شورش ہے اک غلامِ غلامانِ مصطفےٰ

(بشکریہ "چٹان")

کامیاب زندگی

(ڈاکٹر عارف فاروقی۔ مری)

زندگی کی کامیابی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ ایمان اور اعمال صالحہ۔ یہاں یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ سے کیا مراد ہے۔ ایمان کے لغوی معنی ہیں، سچا سمجھنے کے یقین لانے کے، خواہ وہ کوئی چیز ہو۔ اور اصطلاح شرح میں ایمان کا یہ مفہوم ہے کہ وہ تمام چیزیں (ہدایات و احکامات) جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس سے لا کر ہم بندوں تک پہنچائیں ان کو سچا سمجھنا اور ان پر عمل کرنے کے لئے دل کو تیار کر لینا اور اعمال صالحہ وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کے مطابق اور محض اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کئے جائیں۔ قرآن حکیم میں جہاں جہاں اعمال صالحہ کا نام آیا ہے۔ وہاں ایمان کا پہلے ذکر کیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عمل نا قابل قبول ہے جس کے ساتھ ایمان شامل نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الدنیا مزرع الاخرۃ۔ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے، جو بوؤ گے سو کاٹو گے۔ اس لئے انسان کو دنیا میں رہ کر وہی کام کرنے چاہئیں، جو اس کی عاقبت سدھارنے والے ہوں۔ یا یوں کہیے کہ انسان کو ایسی زندگی بسر کرنی چاہیے جو دین و دنیا کی فلاح و کامیابی کا موجب ہو۔

قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ط اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ہ جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ط رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ

ترجمہ: بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے کفر کیا وہ ہمیشہ کے لئے آتش دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور یہ لوگ بدترین خلائق ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ بہترین خلائق ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں جنتیں ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے۔ یہ (جنت اور رضائے الٰہی) اس شخص کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔

اسلام ایک فطری مذہب ہے اور مکمل دین ہے۔ اس کی تعلیمات انسان کی دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کی فلاح و کامیابی پر مبنی ہیں۔ اسلام نے صرف نماز، روزہ اور ذکر و اذکار کی تعلیم ہی نہیں دی ہے۔ بلکہ ان تمام دنیاوی امور کی بھی تعلیم دی ہے، جو زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے لازمی اور ضروری ہیں اور جو کام تعلیمات اسلامی کے مطابق ہوں وہ اعمال صالحہ ہیں۔ اسی طرح کسب معاش، محبت اہل و عیال ان کی کفالت، ملک و قوم کی خدمت، سپہ گری، صنعت حرفت، زراعت، حکومت بھی اعمال صالحہ ہیں۔ بشرطیکہ ان کا طریق عمل تعلیمات اسلامی کے منافی نہ ہو۔ ان امور میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس طرح کاشتکاری کی غرض محنت و جفاکشی نہیں ہوتی بلکہ تحصیل غلہ ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیاوی زندگی کا مقصود دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے اور دنیا تو محض آخرت کی کھیتی ہے۔ اس لئے دنیاوی امور کو مقصود حقیقی سمجھ کر آخرت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ج وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ہ

ترجمہ: مسلمانو! (دیکھو) تمہارے مال اور اولاد (غرض دنیا کی کوئی بھی چیز) تم کو یادِ الٰہی سے غافل نہ کر دے اور جس نے ایسا کیا (کہ دنیا میں پڑ کر دین کو بھول گیا) وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اگر تم نے دنیاوی امور میں دین کو ملحوظ رکھا تو یاد رکھو دونوں جہانوں میں تمہارے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ط وَاللّٰہُ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ہ

ترجمہ: تمہارے مال اور اولاد ایک آزمائش ہیں (اور جو شخص اس آزمائش میں کامیاب ہو گیا یعنی اس نے مال و متاع اور اہل و عیال کے پیچھے خدا کو فراموش نہ کر دیا تو اس کامیابی کا) اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

قرون اولیٰ کے مسلمان تعلیمات اسلامی کے پورے عامل تھے۔ اسلامی زندگی کے بہترین نمونہ تھے۔ وہ تجارت، صنعت و حرفت، زراعت، حکومت، الغرض دنیاوی زندگی کے تمام ضروری اور اعلیٰ لوازم پر قابض تھے۔ اور اس کے باوجود وہ پکے خدا پرست اور دیندار تھے۔ گویا ان کو دین و دنیا کی فلاح و کامیابی حاصل تھی۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ تعلیمات اسلامی سے بہرہ ور تھے اور ان کے مطابق عمل کرتے تھے۔ آج مسلمانوں میں نہ وہ خدا پرستی پائی جاتی ہے اور نہ دینداری اور نہ ان میں دنیاوی زندگی کے ضروری اور اعلیٰ لوازم باقی رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آئے دن طرح طرح کے مصائب اور آفات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ ان کا ہر آنے والا دن ایک نئی مصیبت لے کر آتا ہے۔ یہ سب تعلیمات اسلامی سے روگردانی اور بے بہرہ ہونے اور ان پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

مسلمانو! اگر تم زندگی میں فلاح و کامیابی چاہتے ہو تو اپنے اسلاف کی طرح تم بھی تعلیمات اسلامی سے بہرہ مند ہو اور ان کو اپنا دستور العمل بناؤ!

فضائلِ ذکر

سید عزیز الرحمٰن صاحب
مرسلہ سید فضل الرحمٰن جاوید

اسلام میں "ذکر اللہ" کی بہت بڑی شان ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ خود بندوں کو ذکر کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں، ذکر کی فضیلت اور مقام سمجھانے کے ساتھ ساتھ اس سے انحراف کرنے والوں کو خبردار بھی فرماتے ہیں کہ اگر ایسا نہیں کروگے تو اپنے رب کی رحمت سے دور ہوکر راندے ہوئے جہنم میں ڈال دیئے جاؤگے۔ اس سلسلے میں چند آیات مبارکہ کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مردوں اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اُن کے پروردگار نے مغفرت اور اجر عظیم (کا انعام) رکھا ہے (سورہ احزاب) پھر فرمایا (بے شک) اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے (آل عمران) اے ایمان والو! تم اپنے رب کا خوب کثرت سے ذکر کرتے رہا کرو۔ اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے رہو (احزاب) کامل ایمان والوں کی تعریف میں سورۂ نور میں یوں ارشاد ہوتا ہے (کامل ایمان والے) ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ کے ذکر سے نہ تو خرید غفلت میں ڈال سکتی ہے اور نہ فروخت (سورۂ نور) جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے (تو اللہ) اس کو ہدایت فرماتا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے۔ اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب جان لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ (سورۂ رعد) پھر ارشاد ہوتا ہے۔ اللہ ہی کے واسطے ہیں اچھے اچھے نام پس (تم) ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو (سورۂ اعراف) اور سورہ النساء میں تو اس قدر تنبیہ فرمائی ہے کہ "اور جب تم نماز پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ کھڑے (کھڑے) بھی، بیٹھے (بیٹھے) بھی اور لیٹے (لیٹے) بھی (سورۂ النساء) اسی تنبیہ کو سورہ آل عمران میں یوں ارشاد فرماتے ہیں اُیسے لوگ ہیں (عقل مند اور شعور والے) جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے (کھڑے) بھی، بیٹھے (بیٹھے) بھی اور لیٹے (لیٹے) بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں"۔ (سورہ آل عمران) سورہ جمعہ میں فرمایا "پھر جب (جمعہ کی نماز) پڑھ چکو تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح کو پہنچ جاؤ۔ (سورہ جمعہ) اے ایمان والو! (خبردار) تم کو تمہارا مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل نہ کردے۔ اور جو لوگ ایسا کریں گے (تو) وہی خسارے والے ہیں (سورۂ منافقون) اور اپنے رب کا نام لیتے رہو اور سب سے تعلقات منقطع کرکے اس کی طرف متوجہ رہیں (سورہ مزمل) بے شک بامراد ہو گیا وہ شخص جو پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا (سورہ اعلیٰ) تنبیہ فرماتے ہوئے غافلین ذکر سے یوں خطاب ہوتا ہے۔ "ان پر شیطان کا تسلط ہو گیا پس اس سے ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیا یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ بے شک بات حقیقی یہی ہے کہ شیطان کا گروہ خسارے والا (جہنمی) ہے (سورہ مجادلہ) اسی قسم کا ارشاد سورہ زخرف میں یوں ہوتا ہے۔ جو شخص رحمٰن کی یاد سے منہ موڑے تو اللہ اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے۔ پس وہ (ہروقت) اس کے ساتھ رہتا ہے اور سورہ زمر میں تو نہایت سخت الفاظ میں فرمایا "پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے یہ لوگ کھُلی گمراہی میں ہیں۔ مل کر ذکر کرنے کے بارے میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے کئی مقامات پر ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ سورہ کہف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ارشاد ہوتا ہے کہ "آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ (صحبت کا) پابند رکھیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں محض اپنے رب کی رضاجوئی کے لئے"۔ اور پھر ارشاد ہوتا ہے: آپؐ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ سورہ اعراف میں ذکر کا اعلیٰ طریقہ سمجھاتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے "اور اپنے رب کو یاد کیا کر اپنے دل۔ اور ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی ہو۔ صبح کو بھی اور شام کو بھی۔ اور جس نے میری یاد سے منہ موڑا تو اُس کو دنیا میں تنگی کی گزران ملتی ہے اور غافلین میں سے نہ ہو (سورہ اعراف) اور قیامت کے دن اس کو اندھا کرکے لائیں گے (سورہ طٰہٰ

ارشاداتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نبی و امی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا وہ قرآن پاک کی تشریح اور تفسیر ہے۔ خود خداوند قدوس کا فرمان ہے کہ جس نے رسولِ پاکؐ کا کہنا مانا گویا اس نے میرا کہنا مانا۔ جس نے رسول (پاک صلعم) کی اطاعت کی گویا اُس نے میری اطاعت کی۔ دوسری جگہ یوں فرمایا "بے شک میرا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، وہ تو صرف وہی کچھ کہتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اُن پر وحی ہوتی ہے"۔ اس لئے قرآن پاک کے بعد احادیث مبارکہ پر ایمان لانا ہی ایمان کی تکمیل ہے اگر احادیث مبارکہ کی طرف سے دل میں کوئی شک و شبہ ہو تو اپنے ایمان پر ڈرنا چاہیئے۔ اور اُس وقت سے پہلے ہی توبہ کرکے راہ راست پر آنا چاہیئے۔ جبکہ جان لبوں تک آ پہنچی ہو، موت اور زندگی کے درمیان ایک ہلکی سی ہچکی کی آڑ باقی رہ گئی ہو اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہو!

ذکر اللہ کے متعلق چند ارشادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی درج کرتا ہوں تاکہ مزید برکت و ثواب کا باعث ہو۔

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

(۱) اللہ کا ذکر ایسی (کثرت سے) کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔

(۲) بہترین عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ تیری موت ایسی حالت میں آئے کہ تو اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو!

(۳) حضرت جبرئیل (علیہ السلام) مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔

(۴) اللہ کی محبت، اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ تعالیٰ سے بغض اللہ کے ذکر سے بغض ہے۔

(۵) اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے!

(۶) اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کرنے والا عمل ہے۔

(۷) اللہ اُس سے محبت کرتا ہے جو اُس کا ذکر کرتا ہے۔

(۸) ذکر کرنے والا (حقیقی) زندہ اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔

(۹) فرمایا اللہ کا ذکر بہترین عمل ہے اور اللہ کے نزدیک بہترین چیز ہے اور درجات بلند تر کرنے والی ہے۔ سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہے اور جہاد میں قتل و قتال سے بھی (اجر و ثواب) میں افضل اور بڑھی ہوئی چیز ہے

(۱۰) اللہ کے عذاب سے، اللہ کے ذکر سے بڑھ کر بچانے والی کوئی چیز نہیں۔

(۱۱) اگر تم ہر وقت اللہ کا ذکر کرنے لگو تو فرشتے تمہیں تمہارے راستوں میں اور بستروں پر مصافحہ کرنے لگیں۔

(۱۲) بہت سے لوگ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جن کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔

(۱۳) فرمایا جس شخص کو یہ خواہش ہو کہ وہ جنت (کی نعمتوں سے) سیراب ہو تو وہ کثرت سے ذکر کرے۔

(۱۴) اللہ کا ذکر کرنے والا اس مالدار شخص سے افضل ہے جو (خدا کی راہ میں) روپیہ تقسیم کر رہا ہو۔

(۱۵) عذاب قبر سے نجات دلانے والی بغیر ذکر کے کوئی افضل چیز نہیں۔

(۱۶) فرمایا چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اُس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے (ا) وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو (ب) وہ دل جو شکر میں مشغول ہو (ج) وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو (د) وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔

۱۷- جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔

(۱۸) فرمایا جو لوگ تم میں سے عاجز ہوں - راتوں کو محنت کرنے سے (تہجد نماز نہ پڑھ سکتے ہوں) اور بخل کی وجہ سے خدا کی راہ میں مال بھی خرچ نہ کر سکتا ہو اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو تو اُن کو چاہئے کہ وہ لوگ کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کریں۔

(۱۹) اللہ کا ذکر ایمان کی علامت، نفاق سے بیزاری، شیطان سے حفاظت اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے۔

(۲۰) زمین کے جس حصے پر خدا کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمین تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

(۲۱) اہل جنت کو کسی چیز کا قلق اور افسوس نہ ہوگا بغیر اُس گھڑی کے جو کہ دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

(۲۲) (حدیث قدسی) فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں۔ میں انکو اپنی رحمت سے دور نہیں کرتا۔ اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں تو میں ان کا حبیب ہوں۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں ان کا طبیب ہوں کہ ان کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ (ان کو) گناہوں سے پاک کردوں۔

(۲۳) جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو، وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلے میں چل دیا ہو

(۲۴) وہ ذکر خفی، جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں۔ ستر درجہ دوچند ہوتی ہے۔ یعنی دل ہی دل میں ذکر کیا جائے۔

(۲۵) فرمایا (حدیث قدسی) جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اُس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یہاں تک تو اکیلے یا مجلس میں ذکر کرنے کی فضیلتیں بیان فرمائی گئیں۔ اب مزید حکم یہ ہوتا ہے کہ اور لوگوں میں بھی اس بات کی عادت ڈالو تاکہ وہ بھی اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ اسی لئے فرمایا کہ غافلین کی مجلس میں ذکر کا ثواب اور بھی بڑھا دیا جاتا ہے اس سلسلے میں بھی چند احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

(۲۶) غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ یعنی سب فوج بھاگ رہی ہو مگر وہ خدا کی خوشنودی کے لئے ڈٹ کر مقابلہ کر رہا ہو اور ایسے شخص کے لئے قرآن پاک اور کئی احادیث مبارکہ میں جنت کی خوش خبری دی گئی ہے اور اسے بے شمار اجر و ثواب کا وعدہ دیا گیا ہے۔

(۲۷) غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو حق تعالیٰ اس کو جنت کا گھر پہلے ہی سے دکھا دیں گے اور سب آدمیوں اور حیوانوں کے برابر اُس کی مغفرت ہوگی۔

مجالس ذکر

ذکر کرنے کے لئے مجالس قائم کرنے کا اہتمام بھی ضروری امر ہے کیونکہ ایسی مجالس سے منسلک ہونا بے حساب اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:-

(۲۸) اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسوں کو مضبوط پکڑو کہ یہ دین کی تقویت کی چیز ہے اور تنہائی میں جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہے۔

(۲۹) جو لوگ اللہ ہی کے واسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں اور جو اللہ ہی کے واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں اور جو لوگ اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں (یعنی مجلس ذکر قائم کرتے ہیں) تو وہ لوگ جنت میں یاقوت کے ستونوں پر زبرجد اور زمرد کے بالاخانوں میں ہوں گے اور ان میں چاروں طرف دروازے ہوں گے اور وہ ایسے ہوں گے جیسے کہ روشن ستارے

(۳۰) پھر فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کا حشر اس طرح فرمائے گا کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوگا اور موتیوں کے ممبروں (جڑاؤ تختوں) پر ہوں گے اور لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے۔ اگرچہ وہ انبیاء و شہداء نہ ہوں گے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مجالس ذکر قائم کرنے والے اور ایسی مجالس میں شرکت کرنے والے قیامت کے روز انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ہمراہ اٹھائے جائیں گے اور عام مخلوقات اُن کو دیکھ کر رشک کریں گے۔ سبحان اللہ! کتنا بلند مرتبہ ہے! مجھے حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ فرمان یاد آ رہا ہے۔ ایک دن جمعہ کے خطبہ میں "درود شریف" کی ورد کرنے والوں کے لئے بے شمار نیکیوں کا ذکر کرتے ہوئے گوہر افشانی فرمائی کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ خدا کی رحمتیں دیکھ کر دوزخ میں جانا ناممکن معلوم ہوتا ہے!" واقعی اندازہ فرمائیے مجلس ذکر میں چند لمحے گذارنے کا اس قدر اجر و ثواب کہ اس کا اندازہ کرنا ہی محال ہے اور اس حدیث مبارک سے تو اُس شخص

(باقی ص۱۶ پر)

حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی رح

حضرت سلیمان علیہ السلام

— ۲ —

تسخیر ریاح

حضرت سلیمان کی نبوت حقہ کے خصوصی امتیازات میں سے ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے "ہوا" کو ان کے حق میں مسخر کر دیا تھا اور وہ اُن کے زیر فرمان کر دی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سلیمان جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینہ کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت کی مقدار سفر کر لیتے تھے۔

قرآن عزیز نے حضرت سلیمان کے اس شرف کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ "ہوا" کو سلیمان کے حق میں مسخر کر دیا گیا، دوسری یہ کہ ہوا ان کے حکم کے اس طرح تابع تھی کہ شدید تیز اور تند ہونے کے باوجود اُن کے حکم سے نرم اور آہستہ روی کے باعث راحت ہو جاتی تھی۔ تیسری بات یہ کہ نرم رفتاری کے باوجود اُس کی تیز روی کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلیمان کا صبح اور شام کا جدا جدا سفر ایک شہ سوار کی مسلسل ایک ماہ کی رفتارِ مسافت کے مساوی ہوتا تھا، گویا تختِ سلیمان (علیہ السلام) انجن اور مشین جیسے اسباب ظاہر سے بالاتر صرف خدائے تعالیٰ کے حکم سے ایک بہت تیز رفتار ہوائی جہاز سے بھی زیادہ تیز مگر سبک روی کے ساتھ ہوا کے کاندھے پر اڑا چلا جاتا تھا۔

ایک فطرت پرست انسان کی نگاہ میں یہ بات بہت کھٹکتی ہے مگر ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جبکہ عقل و فکر کے نزدیک یہ مسلمات میں سے ہے کہ انسان کے قوائے فکری و عملی کے درمیان اس درجہ تفاوت ہے کہ ایک شخص جس شئے کو اپنی عقل سے کرتا اور اس کا کرنا زیادہ آسان سمجھتا ہے۔ دوسرا شخص اسی شئے کو ناممکن اور محال یقین کرتا ہے تو اسی اصول پر اُن کو یہ تسلیم کرنے میں کیوں انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح عام قوانین قدرت کے پیش نظر کائنات کی اشیاء کو اسباب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اُسی طرح ان کے کچھ خاص قوانین قدرت اور نوامیس فطرت بھی ہیں جو ایسے امور کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ امر زیر بحث ہے اور نفوس قدسیہ (انبیاء علیہم السلام) کو اُن کا اسی طرح یقینی علم حاصل ہوتا ہے جس طرح اسباب کے ذریعہ مسببات کے وجود کا علم عام عقلاء کو حاصل ہے اور موجودہ دنیوی علوم کی دسترس اس "علم" تک نہیں ہے لہٰذا جب ایسے امور کے وقوع کی اطلاع علم الیقین (وحی الٰہی) کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے تو محض ظن و تخمین اور عقل کے استبعاد کی وجہ سے ایک حقیقت ثانیہ کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے اور اگر ہم کو ایک شئے کا علم نہیں ہے تو یہ کیسے لازم آ جاتا ہے کہ وہ شئے حقیقتاً بھی موجود نہیں ہے۔

لہٰذا جادۂ مستقیم یہی ہے کہ واقعۂ تسخیر ریاح اور مسافت رفتار کو بغیر کسی تاویل کے صحیح تسلیم کیا جائے۔ اس مقام پر تخت سلیمان اور حضرت سلیمان کے صبح و شام سفر کے متعلق جو تفصیلات سیرت کی کتابوں اور تفسیروں میں منقول ہیں وہ سب اسرائیلیات کا ذخیرہ ہیں اور لاطائل تفصیلات ہیں اور تعجب ہے ابن کثیر جیسے محقق سے کہ اس جگہ وہ بھی ان روایات کو اس طرح نقل فرما رہے ہیں گویا اُن کے نزدیک وہ مسلمات میں سے ہیں حالانکہ تاریخی اعتبار سے ان پر بہت سے صحیح اشکالات وارد ہوتے ہیں۔ قرآن عزیز نے تو اُن کے متعلق صرف اس قدر بیان فرمایا ہے:-

ولسلیمٰن الریح عاصفة تجری بامرہٖ الی الارض التی بارکنا فیھا ط وکنا بکل شئ علمین (انبیاء)

اور مسخر کر دیا سلیمان کے لئے تیز و تند ہوا کو اُس کے حکم سے اُس زمین پر چلتی تھی جس کو ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر شئے کے جاننے والے ہیں۔

ولسلیمٰن الریح غدوھا شھرٌ ورواحھا شھر (سبا)

اور سلیمان کے لئے مسخر کر دیا ہوا کو کہ صبح کو ایک مہینہ کی مسافت (طے کراتی) اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت۔

فسخرنا لہ الریح تجری بامرہٖ رخاءً حیث اصاب (صٓ)

اور مسخر کر دیا ہم نے اُس (سلیمان) کے لئے ہوا کو کہ چلتی ہے وہ اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ جہاں وہ پہنچنا چاہے۔

تسخیر جنّ و حیوانات

حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت کا ایک بڑا امتیاز جو کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا یہ تھا کہ ان کے زیر نگین صرف انسان ہی نہیں تھے بلکہ "جن" اور "حیوانات" بھی تابع فرمان تھے اور یہ سب حضرت سلیمان کے حاکمانہ اقتدار کے تابع اور زیر حکم تھے۔

بعض ملاحدہ نے "انکارِ معجزہ" اور "انکارِ جن" کے شوق میں ان جیسے دیگر مقامات کی طرح یہاں بھی عجیب مضحکہ خیز باتیں کہی ہیں کہتے ہیں کہ "جن" سے مراد ایک ایسی قوم ہے جو اس زمانہ میں بہت قوی ہیکل اور دیو پیکر تھی اور سلیمان کے علاوہ کسی کے قابو میں نہ آئی تھی اور تسخیر حیوانات کے متعلق کہتے ہیں کہ قرآن میں اس سلسلہ کا ذکر صرف ہدہد سے متعلق ہے اور یہاں ہدہد پرند مراد نہیں ہے بلکہ ایک شخص کا نام ہدہد تھا جو پانی کی تفتیش پر مقرر تھا اور زمانۂ طویل سے لوگوں میں رسم چلی آتی ہے کہ وہ اولاد کے نام اُن حیوانات کے نام پر رکھتے تھے، جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ آج اس کو ایک مستقل علم کی حیثیت دی گئی ہے جو ٹوٹیزم (TOOTISM) کے نام سے موسوم ہے۔

اس قسم کی رکیک تاویل کرنے والے یا تو جذبۂ الحاد میں قصداً تحریف کے لئے جرأت بیجا کے مرتکب ہوتے ہیں اور یا قرآن عزیز کی تعلیم سے ناآشنا ہونے کے باوجود دعویٰ بے دلیل پر اصرار کرتے ہیں۔

قرآن عزیز نے "جن" کے متعلق جگہ جگہ بصراحت یہ اعلان کیا ہے کہ وہ بھی انسانوں سے جدا خدا کی ایک مخلوق ہے چنانچہ ہم تفصیل کے ساتھ قصص القرآن جلد اول میں اس پر بحث کر آئے ہیں اور یہاں صرف ایک آیت پر اکتفا کرتے ہیں جو اس بارہ میں قولِ فیصل کا حکم رکھتی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

ہم نے جن اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ خدا کے عبادت گذار ثابت ہوں۔

اس آیت میں جن کو انسان سے جدا مخلوق ظاہر کرکے دونوں کی تخلیق کی حکمت بیان کی گئی ہے، لہٰذا اس آیت کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ کہنا کہ "جنّ" انسانوں ہی میں سے ایک قوی ہیکل قوم کا نام ہے، جہالت ہے علم نہیں ہے۔

اسی طرح جبکہ ہدہد کے واقعہ میں قرآن عزیز نے صاف صاف اس کو پرند کہا ہے تو کسی کو کیا حق ہے کہ اُس کے خلاف لچر تاویل کی پناہ لے۔ قرآن میں ہے۔

وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الھدھد ام کان من الغائبین (نمل)

اور (سلیمان نے) پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ غائب ہے۔

غرض حضرت سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بے مثل شرف عطا فرمایا کہ ان کی حکومت انسانوں کے علاوہ جنّ، حیوانات اور ہوا پر بھی تھی اور یہ سب بحکم خدا ان کے حکم کے تابع اور مطیع تھے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ایک مرتبہ درگاہِ الٰہی میں یہ دعا کی۔

رب اغفر لی وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی انك انت الوھاب (صٓ)

اے پروردگار! مجھ کو بخش دے اور میرے لئے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لئے بھی میسر نہ ہو بے شک تو بہت دینے والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا کو قبول فرمایا اور ایسی عجیب وغریب حکومت عطا فرمائی کہ نہ اُن سے پہلے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ اُن کے بعد کسی کو میسر آئے گی۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: گذشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے، خدائے تعالیٰ نے مجھ کو اُس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب دن میں اس کو دیکھ سکو مگر اُس وقت مجھ کو اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی یہ دعا یاد آگئی کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا تھا "رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی"۔ یہ یاد آتے ہی میں نے اس کو ذلیل کرکے چھوڑ دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "فذکرت دعوت اخی سلیمانؑ" کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ خدائے تعالیٰ نے مجھ میں کل انبیاء و رسل کے خصائص و امتیازات جمع کر دیئے ہیں اور اس لئے تسخیر قوم جن پر بھی مجھ کو قدرت حاصل ہے لیکن جبکہ حضرت سلیمان نے اس اختصاص کو اپنا طغرائے امتیاز قرار دیا ہے۔ تو میں نے اس سلسلہ کا مظاہرہ مناسب نہیں سمجھا۔

بیت المقدس کی تعمیر

حق تعالیٰ نے "جن" کو ایسی مخلوق بنایا ہے جو مشکل سے مشکل اور سخت سے سخت کام انجام دے سکتی ہے اس لئے حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے یہ ارادہ فرمایا کہ مسجد (ہیکل) کے چہار جانب ایک عظیم الشان شہر آباد کیا جائے اور مسجد کی تعمیر بھی ازسرِ نو کی جائے اُن کی خواہش یہ تھی کہ مسجد اور شہر کو بیش قیمت پتھروں سے بنوائیں اور اس کے لئے بعید سے بعید اطراف سے حسین اور بڑے بڑے پتھر منگوائیں۔ ظاہر ہے کہ اُس زمانہ کے رسل و رسائل کے محدود اور مختصر وسائل سلیمان (علیہ السلام) کی خواہش کی تکمیل کے لئے کافی نہیں تھے اور یہ کام صرف جن ہی انجام دے سکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے "جن" ہی سے یہ خدمت لی۔ چنانچہ وہ دور دور سے خوبصورت اور بڑے بڑے پتھر جمع کرکے لاتے اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام انجام دیتے تھے۔

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے زمانہ میں ہوئی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بخاری اور مسلم کی صحیح مرفوع حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ دنیا میں سب سے پہلی مسجد کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام۔ ابوذرؓ نے پھر دریافت کیا اس کے بعد کون سی مسجد عالم وجود میں آئی، آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ ابوذرؓ نے تیسری مرتبہ سوال کیا کہ ان دونوں کی درمیانی مدت کس قدر ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دونوں کے درمیان چالیس سال کی مدت ہے۔ حالانکہ حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم بانی مسجد حرام کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال سے بھی زیادہ مدت کا فاصلہ ہے۔ اس لئے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے مسجد حرام کی بنیاد رکھی اور وہ مکہ کی آبادی کا باعث بنی اسی طرح حضرت یعقوب (اسرائیل علیہ السلام) نے مسجد بیت المقدس کی بنیاد ڈالی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس کی آبادی وجود میں آئی۔ پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت سلیمانؑ (علیہ السلام) کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر کی تجدید کی گئی اور جنوں کی تسخیر کی وجہ سے بے نظیر اور شاندار تعمیر عالم وجود میں آئی جو آج تک لوگوں کے لیے باعثِ حیرت ہے۔ کہ ایسے دیو پیکر پتھر کہاں سے لائے گئے، کس طرح لائے گئے اور جر ثقیل کے وہ کون سے آلات تھے جن کے ذریعہ اُن کو ایسی بلندیوں پر پہنچا کر اُن کے باہم اتصال پیدا کیا گیا۔

قوم جنّ نے حضرت سلیمان کے لئے بیت المقدس کے علاوہ اور بھی تعمیرات کی اور بعض ایسی چیزیں بنائیں جو اُس زمانہ کے لحاظ سے عجیب وغریب سمجھی جاتی تھیں۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ہے:۔

ومن الشیٰطین من یغوصون له ویعملون عملاً دون ذالك وکنا لھم لحافظین (انبیاء)

اور شیطانوں (سرکش جنوں) میں سے ہم نے مسخر کر دیئے وہ جو اُس (سلیمان) کے لئے سمندروں میں غوطے مارتے (یعنی بیش قیمت بحری اشیاء نکالتے اور اس کے علاوہ وہ اور بہت سے کام انجام دیتے اور ہم اُن کے لئے نگران اور نگہبان تھے۔

ومن الجن من یعمل بین یدیه باذن ربه ومن یزغ منھم عن امرنا نذقه من عذاب السعیر ویعملون له ما یشاء

اور جنوں میں سے وہ تھے جو اُس کے سامنے خدمت انجام دیتے تھے اس کے پروردگار کے حکم سے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم کے خلاف کج روی کرے ہم اُس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے وہ اس کے لئے بناتے تھے۔

من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدورٍ رٰسیٰت اعملوا اٰل داؤد شکرا وقلیل من عبادی الشکور (سبا)

جو کچھ وہ چاہتا تھا قلعوں کی تعمیر ہتھیار اور تصاویر اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کی مانند تھے اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی بڑائی کی وجہ سے ایک جگہ جمی رہیں۔ اے آل داؤد

(باقی ص ۱۸ پر)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسمؒ ایک دَور کی آواز

از شیخ الہند و زیارانِ شیخ الہند

جنہیں میں نے بقدرِ وسعتِ ساحل ہی دیکھا ہے

مفکرِ جلیل مولانا حامد الانصاری صاحب غازی بمبئی ——

(۱)

زمانہ کی گردشوں کا عجیب حال ہے، ایک سلطنت بنی تو دو سلطنتیں مٹ گئیں۔ ایک تاج سر پہ رکھا گیا تو دس تاج ٹھوکروں میں آ گئے ایک قوم ابھری تو دوسری قومیں بکھر گئیں۔

مغلوں نے شیر شاہ کے کھنڈروں پر تیموری سلطنت کا سنگِ بنیاد رکھا تھا، آج مغل سلطنت راکھ کا ڈھیر ہو چکی ہے، بہادر شاہ ظفر کے تخت کو بچانے کے لئے ہندوستان کے رہنماؤں نے ایک ساتھ اپنی تلواروں پر حلف اٹھایا ۱۸۵۷ء کا جہادِ آزادی شروع ہوا۔

مجاہدِ اکبر حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اپنے رفقاء کے ساتھ شاملی کے محاذ پر بڑھے۔ پہلے انگریزوں کو شکست دی، پھر شکست کھائی۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ جمع ہوئے شکست کے اسباب کا جائزہ لیا، معلوم ہوا دین کا علم تھا مگر دینی تربیت نہ تھی۔

۱۸۵۷ء کی شکست کو فتح سے بدلنے کے لئے دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا، مقصد یہ تھا کہ اسلامی علوم اپنے حقیقی اسلوب سے زیرِ درس ہوں، اسلامی اخلاق روحانی قدروں کے ساتھ زندگی میں جلوہ گر ہوں اور علم کے ساتھ ایک ایسی تربیت بروئے کار آئے جو ایک ایسی جماعت اور ملت کو تشکیل دے جو ناقابلِ شکست ہو۔

دارالعلوم دیوبند اخلاق تربیت کی ایک اسلامی چھاؤنی ہے جس پر میں نے تعلیم کا غلاف ڈال دیا ہے۔

یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمائے اور حضرت مولانا محمد منیر صاحب نے مجاہدِ جلیل حضرت مولانا محمد میاں منصور انصاری سے فرمائے اور حضرت مولانا منصور انصاری نے حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب سے قیامِ کابل میں میری موجودگی میں ذکر فرمائے۔

بزرگانِ دیوبند اپنے کمال میں اور نوجوانانِ دارالعلوم اپنے علمی احوال میں آج بھی ایک ایسی مثال ہیں جس کی کوئی دوسری مثال نہیں۔ دینی تعلیم کا ایمانی نصب العین اسلامی تربیت ہے۔ اور ایک تربیت یافتہ نئی نسل دارالعلوم کا مقصد و منشا ہے۔"

اس نسل کے نوجوانو! جانتے ہو مولانا محمد قاسمؒ کون تھے؟ ایک دَور کی آواز! کاش یہ آواز قیامت کا صور پھونکنے سے پہلے ہمارے کانوں تک پہنچ سکے۔

(۲)

زمانہ منہدم سلطنتوں کی تاریخ ہے، تاریخ کے ان کھنڈروں اور خرابوں میں ہزاروں اوراق بکھرے ہوتے ہیں اور ہر ورق پہ ایک نیا واقعہ نئی داستان اور نئی کہانی لکھی ہوتی ہے۔

دیوبند کی سرزمین سے ریشمی خطوط کی تحریک اپنی سرحدوں کے اندر پوری طرح پھیل چکی ہے، سرحد آزاد یاغستان کے پہاڑوں میں مولانا عبید اللہ سندھی ایک نئے انقلاب کو بروئے کار لانے کے لئے تیار ہیں ۱۹۱۵ء کا زمانہ ہے۔ پہلی عالمگیر جنگ کے گولے پھٹ رہے ہیں۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن ایک عظیم انقلابی اسلامی تاریخ کے ایک بزرگ رہنما اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے اکبر جہاز سے حجاز پہنچے ہیں، انور پاشا، جمال پاشا اور غالب پاشا سے ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔ یکایک جنگ کے اثرات جزیرۃ العرب تک پہنچے اور شریف حسین کی سازش سے حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء گرفتار کر لئے گئے۔ صرف حضرت مولانا محمد میاں منصور انصاری بچ سکے، موصوف غالب پاشا کا خفیہ خط لے کر مہمند کے پہاڑوں میں ریشمی خطوط کے مرکز تک پہنچ چکے ہیں اور تحریک کی تنظیم میں مصروف ہیں، عجیب دَور ہے حیرت انگیز صورتِ حال ہے شیخ الہند کی گرفتاری ہو چکی ہے، ان کے رفقاء بھی ساتھ ہیں حضرت شیخ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ حرمِ نبویؐ میں درسِ حدیث دے رہے ہیں۔

یکایک درس بند ہو گیا، شریفی حکام کا سامنا ہے "میں موجود ہوں، مجھے بھی گرفتار کرو" شیخ نے حکام سے کہا۔

"مگر تم کو کیوں گرفتار کریں، تمہارا کوئی جرم نہیں" حکام نے جواب دیا۔

"مگر شیخ الہند کا کیا جرم ہے" شیخِ حرم نے سوال کیا۔

"وہ باغی ہیں، انقلابی ہیں، آزادی کے رہنما ہیں" حکام نے جواب دیا۔

"تم جانتے ہو شیخ الہند میرے استاد ہیں، میرے پیشوا ہیں، میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں مگر زندگی کی اس جدوجہد میں میں اپنے شیخ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ آج سے تم مجھے بھی انقلابی سمجھو" آج سے حجاز کا زمین و آسمان دوسرا تھا، وہ ذاتِ گرامی جو سالہا سال سے حرمِ نبوی میں درسِ حدیث دے رہی تھی آج اس کی زبان انگریزوں اور اس کے ایجنٹوں کے خلاف کلمۂ حق بلند کر رہی ہے۔

ہر تقریر ایک شعلہ ہے، ہر بات ایک انگارہ۔ وقت کے گھڑیال نے ایک گھنٹہ اور بجایا اور حضرت مولانا مدنی گرفتار کر لئے گئے، اب دور و دراز جزیرۂ مالٹا ہے، ۴ سالہ نظربندی ہے شاگرد اپنے استادِ گرامی کی خدمت میں ہے اور شیخِ حرم اپنے شیخ۔ حضرت شیخ الہند کی رفاقت میں!

کیا اسلام، آزادی اور انقلاب کی تاریخ اس واقعہ کو بھلا سکے گی۔؟

(۳)

مجاہدِ انقلاب۔ عبید اللہ سندھی

گولی مار دوں گا، ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

گولی مار دوں گا، ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا" تم شیخ الہند کا نام لیتے ہو، شیخ الہند کا نام اور بھٹے کی تجارت ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی، جاؤ پہلے بھٹے کی تجارت کو پھونک کر آؤ۔ پھر میرے سامنے شیخ الہند کا نام لو۔ یہ کون شخص ہے؟ اور کس کے گولی مار

گی بخشش اور مغفرت ثابت ہے جو مجلس ذکر میں شامل ہو جاتا ہے کاش کہ مسلمان مسلمان ہوتا اور ان کا ایمان ایمان ہوتا۔ پھر کیا وجہ ہو سکتی تھی کہ ہر مسجد میں مجالس ذکر قائم نہ کئے جاتے! کم از کم حضرت صاحب کے مریدوں میں، تو یہ سلسلہ مشرق و مغرب میں قائم ہونا چاہئے تھا۔ اُن کے طریقہ کار کو دائمی صورت میں پیش اور قائم رکھنا چاہئے تھا۔ میں "خدام الدین" پڑھنے والے ہر فرد سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر انہیں اپنے پیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دلی عقیدت اور لگاؤ ہے تو آج ہی سے اپنی اپنی مساجد میں مجالس ذکر قائم کرنے کی حتی الامکان کوشش کریں۔ دو تین، دس جس قدر بھی مسلمان اور مومن ذکر کرنے والے ملیں انہیں جمع کر کے پانچ منٹ کے لئے ذکر کریں اور اجر و ثواب میں اپنے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شامل حال رکھیں۔ قرآن کا ارشاد ہے مَن يَشْفَعْ ...... مِنْهَا (سورہ النساء ۸۵/۱۱) ترجمہ: جو کوئی نیک کام کی سفارش کرے تو اُس کو بھی اُس میں سے ایک حصہ ملے گا اور جو کوئی بری بات کی سفارش (ہدایت) کرے گا تو اُس پر بھی ایک بوجھ ہوگا اس میں سے! اس لئے اگر یہ طریقہ شروع کیا گیا تو چونکہ یہ حضرت صاحبؒ نے شروع فرمایا تھا۔ اس لئے اُن کو بھی اُن کے عقیدت مندوں کے ثواب و اجر میں سے حصہ پہنچے گا۔ یہ یاد رہے کہ دوسروں کو ثواب بخش دینے سے ذاتی ثواب میں کمی ہرگز نہیں ہوتی بلکہ دوسروں کے ساتھ اتنی بڑی بھلائی کرنے کا بے حساب اجر و ثواب علیحدہ مرحمت فرمایا جاتا ہے۔ تو ذکر حدیث مبارک کا ہو رہا تھا وہ یہ ہے کہ:-

(۳۱) فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ اللہ کے ذکر کے لئے محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے واسطے جمع ہوں تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخشے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں!

(۳۲) جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو اُس جماعت کو فرشتے ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت اُن کو ڈھانک لیتی ہے۔ سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مجلس (فرشتوں کی مجلس) میں اُن کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

(۳۳) صحابہ کی ایک جماعت کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، اور اس کی حمد و ثناء میں مشغول دیکھ کر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبرئیل (آمین) میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خوش خبری سُنا گئے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر کر رہے ہیں۔

(۳۴) اسی طرح ایک دن صحابہ کرام کی ایک جماعت کا ذکر کرتے ہوئے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اتر رہی ہے میرا بھی دل چاہا کہ تمہارے ساتھ شرکت کروں"۔ اور آپ انکے پاس تشریف لے آئے۔ ان احادیث مبارک کے علاوہ ایک لمبی حدیث بھی میرے سامنے ہے۔ لیکن وہ حدیث مبارک حضرت صاحب کئی مجلسوں میں ارشاد فرما گئے ہیں جس کا لب لباب یہ ہے کہ مجلس ذکر میں شرکت کرنے والوں کو بخشش کا تحفہ عنایت فرمایا جاتا ہے اور ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۸ پر)

کر دیا کہ:
"جس نے اپنے گھر کا داخل ہو کر دروازہ بند لیا۔ اس کو امن ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا، اس کو امن ہے، جو ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امن ہے۔"

پھر جب آپ تمام مکۃ معظمہ پر قابض ہو گئے تو کسی کو غلام باندی بھی نہ بنایا جو کہ سب سے کم درجہ کا اس زمانہ کے مطابق انتقام تھا بلکہ سب کو آزاد چھوڑ دیا۔ اور اعلان عام کر دیا کہ:

لا تثریب علیکم الیوم

آج کے دن کوئی بدلہ نہیں۔

ایک اور جگہ ارشادِ نبویؐ ہے:۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جو بھی کسی پر ظلم کرے گا، طاقت سے زیادہ کام لے گا، کسی سے جبراً کوئی شے چھین لے گا یا اُسے ذلیل کرے گا قیامت کے روز میں اس کا دشمن ہوں گا۔"

بتایئے! ان رواداریوں کی مثال، اور کسی قوم میں ڈھونڈے سے بھی مل سکتی ہے؟ اس عہد کی مہذب سے مہذب قوم بھی رواداری کی ایسی مثالیں پیش کر سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلامی عہد دنیا کے لئے ایک سایۂ رحمت اور فضلِ خداوندی تھا جس کے اندر اللہ کی مخلوق بلا استثناء عیش و آرام کی نیند سوتی اور امن و عافیت اور سکون و طمانیت کے گہوارہ میں جھولتی رہی۔ اور اب اسلام کی رواداری کو دنیا ترس رہی ہے۔

محترم حضرات!

جب تعلیمات اسلامیہ رواداری میں بے مثل ہے اور اس کا کوئی جواب کائنات ارضی پر کسی بھی اور مذہب اور قوم کے پاس نہیں تو پیروانِ اسلام کو بھی رواداری میں بے مثل اور سیر چشم ہونا چاہیئے۔ کاش یہ تمنا بر آئے۔

بقیہ: مجلس ذکر

کٹ کر متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے اور یہی اصلاحِ حال ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے روشن کرے اور ہماری جانوں کو اپنے دروازے پر قبول فرمائے۔

برادرانِ عزیز! جان اس جسم کے ساتھ عجب طرح سے لٹکی ہوئی ہے۔ پتہ نہیں کب اس کا رشتہ ٹوٹ جائے۔ چنانچہ دانشمندی وہی ہے جو جسم کے ٹمٹماتے چراغ کے ساتھ دل کے چراغ کو بھی روشن کرے تاکہ اگر بدن کا چراغ بجھ جائے تو دل کا چراغ ہمیشہ کے لئے جلتا رہے۔

بقیہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم

دے گا اور آخر کیوں؟ واقعہ عجیب ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی جامعہ ملیہ دہلی سے پیدل چل کر آتے ہیں۔ ادارۂ شرقیہ جامع مسجد دہلی میں ہم لوگوں کو حجۃ اللہ البالغہ کا فلسفہ سمجھا رہے ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن مفتی عتیق الرحمٰن، مولانا بشیر احمد بھٹہ، حامد الانصاری غازی متوجہ ہیں، بات میں بات پیدا ہوئی۔ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب بھٹہ کی تجارت میں مشہور ہیں، مستند عالم، بڑے مدبر، جمعیۃ علماء اور شیخ الہند کی تحریک کے بڑے علمبردار۔ مولانا سندھی سے مخاطب ہو کر بول اُٹھے۔ آپ کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہمیں سمجھنا ہو تو شیخ الہند ہمارے لئے کافی ہیں۔"

یہ سن کر مولانا سندھی آگ بگولہ ہو گئے۔ یہ ان کا حال تھا اسی حال میں انہوں نے مذکورہ بالا جملے کہے، آخر میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ معذرت کے الفاظ میں فرماتے تھے:۔

"ایک شخص تیس سال تک زندگی کے جہاد میں ناکام وطن لوٹا، اس کا دماغ انگیٹھی کی طرح دہک رہا ہے، تم میری حالت پر رحم بھی نہیں کر سکتے۔

مولانا بشیر احمد بھٹہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ شخص جو شیخ الہند کا محبوب تھا جسے شیخ نے سب سے زیادہ چاہا اسے اس عالم میں دیکھ کر ہم سب کے دل بھر آئے۔

جو شخص نماز میں اپنے سر پہ ٹوپی نہیں رکھ سکتا تھا اس کے دماغ کا کیا حال ہوگا۔ تم مجھ پر رحم بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ ان کی روح پر رحمت کی بارش جاری رکھے۔ اتنا بڑا اسلامی فلسفی کہ ماسکو میں لینن کے فلاسفروں کو گونگا کر کے لوٹا دیا اور اتنا قابل رحم کہ زندگی میں اور زندگی کے بعد شیخ الہند کے قدموں میں جگہ نہ مل سکی۔ جب مولانا سندھی دارالعلوم سے سبکدوش ہوئے تو شیخ الہند نے فرمایا تھا: "میرا ایک قدم دارالعلوم سے باہر آ گیا ہے" یہ اسی عبید اللہ سندھی کا تذکرہ ہے اسی بھولی، بسری ہوئی یاد سے کتنی کہانیاں بنتی ہیں۔ جاسوسی ناولوں کے اس دور میں کون ان کہانیوں کو لکھے گا؟

باٹا کمپنی کی عیسائیت نوازی

ہمیں غلام محمد صاحب ہلو موڑ کی طرف سے ایک مراسلہ بھیجا گیا ہے۔ ہم سے من و عن شائع کر رہے ہیں تاکہ حکومت، علماء کرام اور ملک کا باشعور طبقہ اس کا فوری نوٹس لے۔

مکرمی! آپ کے مؤقر جریدہ کی وساطت سے حسب ذیل سطور شائع کرا کر ارباب اقتدار اور متعلقہ حکام تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ غیر ملکی عیسائی مشنریوں کے ارکان کس طرح کام کر رہے ہیں۔ اور مقامی دولت کو کس طرح اکٹھا کر کے استعمال کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں باٹا شو کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر بیچک، جو مشنری کے ممتاز رکن ہیں۔ تمام مزدوروں اور دیگر ملازمین کا ایکسرے اتروانے کا اہتمام کیا گیا تو پاکستان کے تمام قومی ہسپتالوں کو نظر انداز کر کے مشنری کے ہسپتال یونائیٹڈ کرسچن ہسپتال کو ۲۰/- روپے فی ایکسرے کے حساب سے ستر ہزار روپیہ دو دن میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ باٹا شو کمپنی کے ساڑھے تین ہزار کارکنوں میں سے کسی ایک کو ایکسرے اتروانے کی رپورٹ استفادہ حاصل کرنے کے لئے نہیں دی گئی۔ اس کے علاوہ باٹا شو کمپنی کے ایک انگریز آفیسر جو شعبہ انجنیئرنگ کا انچارج مسٹر ریڈمین نے پاکستان کو گالیاں دیں جس پر چند آدمیوں نے اس کی وہیں مرمت کر دی اور یہ معاملہ مقامی پولیس تک پہنچا۔ اس کے علاوہ ایک ورکر عظمت یار کے سامنے جب ایک انگریز آفیسر شومیکر نے پاکستان کو گالیاں دیں تو عظمت یار نے اسے خوب زد و کوب کیا۔ آخر یہ معاملہ بھی دبا دیا گیا۔ اسکے علاوہ جامع مسجد کے امام مولانا قاری حسن شاہ صاحب جو نہایت اچھے عالم دین ہیں جنکا قصور یہ تھا کہ انہوں نے عیسائی مشنریوں کی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کیا تھا۔ اسکے خلاف ایک معطل شدہ سی آئی ڈی ملازم کی وساطت سے غلط اور بے بنیاد رپورٹیں کرا کر تین ماہ کیلئے لاہور بدر کرا دیا۔ شاہ صاحب کو جوابی صفائی پر ایک ماہ کے بعد حکومت مغربی پاکستان نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ شاہ صاحب جامع مسجد میں داخل ہونے لگے تو انہیں روکا گیا مگر ہزار ہا نمازیوں کے احتجاج پر شاہ صاحب کو مسجد کیلئے امام مقرر کیا گیا۔ اسی اثنا میں مسٹر عبد الرحیم جو ایک ممتاز مذہبی کارکن تھے اور افسر تھے۔ فوراً نوکری سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد شاہ صاحب کو پولیس کی مدد سے جمعہ پڑھانے سے روک کر مداخلت فی الدین کی۔ شاہ صاحب نے باہر والی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ ہزاروں ملازمین نے ان کی اقتدا میں باہر ہی جمعہ پڑھا۔ اب آہستہ آہستہ بہانے تراش کر مسلمانوں کی جگہ کمپنی میں بھرتی کیا جا رہا ہے اور وہی داستان دہرانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کی ابتدا برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے کی تھی چنانچہ ملک کے باشعور طبقے، علماء کرام اور حکومت سے میری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مشنریوں کے خاتمے کے لئے جد و جہد کریں۔ اور پاکستان کے خلاف بکواس کرنے والے ریڈمین جیسے انگریز افسروں کو پاکستان سے فوراً روانہ کیا جائے۔ نیز حکومت سے استدعا ہے کہ وہ عیسائی مشنریوں کو فوراً خلاف قانون قرار دے ورنہ آنے والی نسلوں کے لئے عیسائی مشنریوں کے بوئے ہوئے بیج ہرگز بہتر ثابت نہ ہوں گے اور وہ کبھی ہمیں معاف نہ کریں گے۔

شکر گزاری کے کام کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہیں۔

وحشر لسلیمن جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون (نمل)

اور اکٹھے کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں میں سے انسانوں میں سے، جانوروں میں سے اور وہ درجہ بدرجہ کھڑے کئے جاتے ہیں۔

والشیٰطین کل بناء وغواص واٰخرین مقرنین فی الاصفاد ھٰذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب (ص)

اور مسخر کر دیئے (سلیمان) کے لئے شیطان (سرکش جن)، ہر قسم کے کام کرنے والے، عمارت بنانے والے، دریا میں غوطہ لگانے والے، اور وہ سرکش سے سرکش (جو جکڑے ہوئے ہیں زنجیروں میں)، یہ ہماری بخشش و عطا ہے چاہے اس کو بخش دو یا روکے رکھو تم سے اس کا کوئی مواخذہ نہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر (نور اللہ مرقدہٗ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) پر ایسے عظیم الشان احسانات کئے اور پھر یہاں تک فرما دیا کہ اس بے انتہا دولت و ثروت کے صرف و خرچ داد و دہش اور روک رکھنے میں تم سے کوئی باز پرس بھی نہیں ہے۔ مگر ان باتوں کے باوجود حضرت سلیمان (علیہ السلام) اس دولت و حکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے "امانت الٰہی" سمجھ کر ایک حبہ اپنی ذات پر صرف نہیں فرماتے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کرتے تھے۔

بیضاوی نے اس مقام پر یہ اسرائیلی روایت نقل کی ہے کہ قوم جن نے تخت سلیمان (علیہ السلام) کو اس کاریگری سے بنایا تھا کہ تخت کے نیچے دو زبردست اور خونخوار شیر کھڑے تھے اور دو گدھ (نسر) معلق تھے اور جب حضرت سلیمان تخت حکومت پر جلوہ افروز ہونے کے لئے تخت کے قریب تشریف لے جاتے تو دونوں شیر اپنے بازو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور تخت نیچا ہو جاتا۔ اور وہ بیٹھ جاتے تو پھر شیر کھڑے ہو جاتے اور فوراً ہیبت ناک گدھ اپنے پروں کو پھیلا کر سر مبارک پر سایہ فگن ہو جاتے تھے اسی طرح انہوں نے پتھر سے بڑی اور بھاری دیگیں بنائی تھیں جو چولھوں پر قائم تھیں اور اپنی ضخامت کی وجہ سے حرکت میں نہیں آتی تھیں اور بڑے بڑے حوض پتھر تراش کر بنائے تھے اور شہر بیت المقدس اور ہیکل (مسجد اقصیٰ) اور ان سب اشیاء کی تعمیر اور کاریگری میں صرف سات سال صرف ہوئے تھے۔

توراۃ میں بھی جنوں کی ان تعمیری خدمات کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے:-

"اور یہی باعث ہے جس سے سلیمان بادشاہ نے لوگوں کی بیگار لی کہ خداوند کا گھر (مسجد اور شہر یروشلم) اور اپنا قصر (قصر سلیمان) اور (شہر) ملو اور یروشلم کی شہر پناہ، اور (شہر) حاصور اور مجدو اور جازر بھی بنائے ..... سو سلیمان نے جازر اور بیت حوران اسفل کو پھر تعمیر کیا اور بعلات اور خزانے کے سارے شہر جو سلیمان کے تھے اور اس کی گاڑی کے شہر اور اس کے سرداروں کے شہر بنائے۔ اور جو کچھ سلیمان کی تمنا تھی سو یروشلم میں اور لبنان میں اور اپنی مملکت کی ساری زمین میں بنائے۔"

اسی طرح توراۃ میں پتھر کے عظیم الشان حوض، بڑی اور بھاری دیگیں اور تصویروں اور ان کے بنانے کے لئے بیش قیمت پتھروں کے متعلق طویل فہرست دی گئی ہے۔

تانبے کے چشمے

حضرت سلیمان (علیہ السلام) چونکہ عظیم الشان عمارات، پر شوکت و پر ہیبت قلعوں کی تعمیر کے بہت شائق تھے اور ایسی تعمیرات کے استحکام میں بہت دلچسپی رکھتے تھے اسی لئے ضرورت تھی کہ گارے اور چونے کی بجائے پگھلی ہوئی دھات گارے کی طرح استعمال کی جائے۔ لیکن اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آئے یہ سوال تھا جس کا حل حضرت سلیمان چاہتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی اس مشکل کو اس طرح حل کر دیا کہ ان کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے مرحمت فرما دیئے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حسب ضرورت حضرت سلیمان کے لئے تانبے کو پگھلا دیا تھا اور یہ حضرت سلیمان کے لئے ایک نشان تھا اور اس سے قبل کوئی شخص دھات کا پگھلانا نہیں جانتا تھا۔

اور بخاری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) پر یہ انعام کیا کہ زمین کے جن حصوں میں ناری مادہ کی وجہ سے تانبا پانی کی طرح پگھل کر بہہ رہا تھا، ان چشموں کو حضرت سلیمان پر آشکارا کر دیا اور ان سے قبل کوئی شخص زمین کے اندر دھات کے چشموں سے آگاہ نہیں تھا۔

چنانچہ ابن کثیرؒ بروایت قتادہؒ ناقل ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کے یہ چشمے یمن میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان پر ظاہر کر دیا تھا۔ (باقی)

بقیہ:- فضائل ذکر

الغرض ذکر شیطان کو دفع کرنے والی اور اس کی قوت کو توڑنے والی چیز ہے۔ غم و فکر کو دور کرنے والی، خوف و ہراس کو زائل کرنے والی، بلا و مصیبت کو ہٹانے والی، فرحت و سرور پیدا کرنے والی، قیامت کے بوجھ کو ہلکا کرنے والی، دل کی سختی دور کرنے والی، اللہ کی قرب دلانے والی، قیامت کے روز حسرت و افسوس سے محفوظ رکھنے والی، سکینہ اور رحمت اتارنے والی، دل میں اللہ کی محبت پیدا کرنے والی۔ مراقبہ سے مرتبہ احسان تک پہنچا دینے والی چیز ہے۔ نیز ذکر ہی عبادت کی لذت، آگ سے بچاؤ، چہرے کی رونق، اندھیرے کا چراغ، پل صراط کا نور، بدن کی قوت، دل کا اطمینان، اعمال کی بہتری، جنت کے باغ فرشتوں کی مجلس، مشقت کی آسانی، روحانی بیماریوں کا علاج، شکر کی جڑ، اللہ تک پہنچنے کی سیڑھی، جنت کے پودے سہل اور افضل ترین عبادت، ذاکر کی سعادت اور معرفت کا دروازہ، دل کی حیات، روح کی روزی، عذاب قبر سے نجات، خطاؤں کی معافی، اللہ تبارک و تعالیٰ اور فرشتوں کی صلوٰۃ اور رحمت ہر وقت کی بلندی، درجات، سکینہ اور رحمت، اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ ذاکر بغیر مال کے غنی، بغیر سلطنت کے بادشاہ، اللہ کی راہ میں غلاموں کو آزاد کرنے والا، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والا، جہاد کرنے والا، جنت میں (اپنے لئے) محلات تیار کرنے والا، اللہ کا شکر ادا کرنے والا اور اللہ تعالیٰ سے دوستی پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

ذکر: اللہ ھو - لا الٰہ الا اللہ - الحمد للہ وبحمدہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ - واللہ اکبر - کا احادیث مبارک میں بہت سی تلقین کی گئی ہے اور اس کے بے شمار اجر و فضائل بیان فرمائے گئے ہیں (باقی آئندہ)

بچوں کا صفحہ

دعائے خلیل و نوید مسیحا

محمد اکرام الحق گجرات

نو ربیع الاول کے دن ملک عرب کے مشہور شہر مکّہ اور قریش کے معزز خاندان میں حضرت آمنہ رضؓ کے گھر ایک چراغ روشن ہوا جس کی روشنی نے عرب کے گمراہوں کو کفر و شرک اور جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر سیدھے راستے پر لگا دیا۔ ان کی روح، ان کا قلب و ذہن سب کچھ بدل گیا۔ وہ صرف نیک اور توحید پرست ہی نہ بن گئے بلکہ صدق و شرافت، امانت و دیانت، عدل و مساوات اور رحم و کرم میں پوری دنیا کے لئے نمونہ بن گئے۔ دنیا کے اس سب سے بڑے راہبر اور مصلح اعظم کا نام محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

فخر انسانیت، تاجدارِ ختمِ نبوّت، سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح علیہ السلام کے چھ سو سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی بعثت سے حضرت خلیل اللہؑ کی دعا اور حضرت عیسٰیؑ کی بشارت پوری ہو گئی۔ اس لئے آپ کو "دعائے خلیل و نوید مسیحا" کہا جاتا ہے۔

چالیس برس کی عمر میں خالقِ کائنات نے آپؐ کے سرِ مبارک پر تاجِ ختمِ نبوّت رکھ کر آپؐ کی ذاتِ اقدس میں وہ تمام اوصافِ حمیدہ اور فضائل پسندیدہ مجتمع کر دئے۔ جو انفرادی طور پر تمام انبیاء کرام میں موجود تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے عہد میں بت خانے کے بتوں کو پاش پاش کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن کعبہ کے ۳۶۰ بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو زنداں میں رہنا پڑا۔ بھائیوں نے چاہ سیاہ میں پھینک دیا۔ وطن عزیز چھوڑنا پڑا۔ آپؐ کو بھی شعب بی طالب میں محصور رہنا پڑا۔ غارِ ثور کی تاریکیوں میں تین دن گذارے اور وطن سے ہجرت کرکے مدینہ میں جا بسے۔

اب رب العزّت حضرت موسٰی علیہ السلام سے ہمکلام ہوئے تو آپؐ کو معراج میں اپنا قرب عطا کرکے ہمکلامی کے شرف سے نوازا۔ اگر حضرت ہارون علیہ السلام کو فصاحت و بلاغت سے نوازا گیا تو حضرت نبی امّی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو افصح العرب قرار دے کر فصاحت و بلاغت کا بہرۂ وافر عطا کرکے ذروۂ اعلیٰ پر پہنچا دیا اور تمام قبائل کے لہجے اور بولیوں میں بھی آپؐ کو یدِ طولےٰ عطا کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح آپؐ کا کلام جنّات نے بھی سنا اور وہ بھی آپؐ کی نبوّت و رسالت پر ایمان لائے۔ آپ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے۔ پھر بھی صابر و شاکر رہے۔

آپؐ نے زکریّا علیہ السلام کی طرح صحراؤں اور آبادیوں میں خدا کی آواز کو پہنچایا۔ آپ موسٰی علیہ السلام کی طرح صاحبِ حکومت اور ہارون علیہ السلام کی طرح صاحبِ امامت تھے۔

آپ نے ایّوب علیہ السلام کی طرح صبر و شکیبائی کے ساتھ شعبِ ابی طالب میں تین برس تک محصور رہنا گوارا کیا مگر تبلیغِ حق سے دستبردار نہ ہوئے۔

آپؐ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ منوّرہ میں خدا کی عبادت کے لئے مسجد نبوی تعمیر کی۔ جہاں ہر وقت توحید کی روشنی جلوہ ریز ہوتی اور ذکرِ الٰہی میں زبان زمزمہ سنج رہتی۔ آپ نے خدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سرِ نو زندہ فرمایا۔

المختصر آپ کی ذاتِ اقدس میں سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت و جبروت، نوحؑ کی سی گرمجوشی، خلیل اللہ کی سی نرم دلی، یعقوبؑ کا سا صبر، یوسفؑ جیسی عفو و درگذر، داؤدؑ کی سی فتوحات، عیسٰیؑ کی طرح انکساری و تواضع، زکریاؑ کا سا زہد و عبادت اور اسمٰعیل علیہ السلام جیسا ایثار و قربانی اور تسلیم و رضا پورے طور پر موجود تھے ؎

ای کہ بر تختِ سیادت زازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ بڑے صائب الرائے تھے۔ ہمیشہ بڑے سادہ مگر صاف ستھرے رہتے تھے۔ باوجود حاضر جواب ہونے کے وقار کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پایا۔ آپ کا سیاسی تدبّر اور عسکری قیادت اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ آپؐ نے اپنے کردار اور تعلیم سے دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ نظامِ کہنہ کے ظلموں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر نیا عادلانہ نظامِ حیات قائم کیا۔ اخلاقِ حسنہ کی بنیاد رکھی اور عمدہ خصلتوں کی بنیاد رکھی۔

آپؐ نے جور و ظلم کو مٹانے کے لئے تلوار بھی اٹھائی۔ سرکش حکمرانوں اور ظالم سرداروں کے خلاف لشکرکشی کرکے جمہور کو ذہنی غلامی اور ذلت سے نکال کر عزت کی زندگی بخشی۔ آپؐ نے ایسے قوانین نافذ فرمائے جو عدل و انصاف پر مبنی تھے اور جن میں عوام کا بھلا تھا۔

آپؐ نے امیر و غریب اور بندہ و آقا کے امتیازات ختم کرکے ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جس میں عزت و شرافت کا معیار دولت و ثروت اور نسل و خون نہ تھا، بلکہ ذاتی خوبیاں اور انفرادی نیکیاں شرافت کا معیار قرار دی گئیں۔

آپؐ نے توحید کی اشاعت کرکے انسانی شرافت اور بزرگی کو بلند تر کر دیا۔

آپؐ خدا کے آخری پیغمبر ہیں آپؐ کے بعد اور کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آپؐ کی امّت آخری امّت ہے، آپؐ کی شریعت آخری شریعت ہے اور قرآنِ عزیز خدا کی آخری کتاب ہے۔

آپؐ کا کام بڑا مشکل تھا، آپ کی منزل بڑی کٹھن تھی لیکن آپ نے بڑی ہمت و جسارت بیباکی و حق گوئی اور صبر و استقلال سے ۲۳ سال کی قلیل مدّت میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دئے کہ دنیا محوِ حیرت رہ گئی۔ آپ نے ایک جاہل، اجڈ اور نیم وحشی قوم میں اور ان کی وساطت سے ساری دنیا میں ذہنی، اجتماعی اور سماجی انقلاب پیدا کر دیا۔ آپ نے دنیا کو ایک ایسا دستورالعمل عطا کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

عزیز بچّو اور ہموطنو! آپؐ کی زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ آپ کا دستور (آئین) ہمارے اور ہمارے ملک و ملّت کے لئے کامرانی و شادمانی کا ضامن ہے۔ اگر آج ہم جادۂ توحید پر گامزن ہو جائیں اور صراط محمدؐی کو اپنے لئے شاہراہ بنا لیں تو فلاح و کامرانی آج بھی ہماری قدم بوسی کرے۔ ہم پھر سے باعظمت و باکمال قوم بن جائیں۔ ساری خدائی اور پوری کائنات ہماری مطیع ہو جائے ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

سوانح حیات
قطب الاقطاب شیخ المشائخ
حضرت مولانا عبد القادر رائپوری
قدس اللہ سرہ العزیز

از قلم
مفکر اسلام مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

حضرت مولانا رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کی تدوین کے سلسلہ میں مؤلف نے جو گرامی نامہ اپنے دینی و روحانی بھائیوں کو ارسال کیا، قارئین کی خدمت میں پیش کیا ...

مکرم و محترم، زید لطفہ ——— السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ وفات ایک ایسا حادثہ ہے جس میں ہم سب تعزیت کے محتاج اور تعزیت کے مستحق ہیں اور درحقیقت پوری امت اسلامیہ اس خسارہ میں شریک ہے اور ایک دوسرے کی تعزیت کے مستحق ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ اس مصیبت عامہ میں ہماری تسکین اور چارہ گری فرمائے اور ہمیں ان گمراہیوں اور فتنوں سے بچائے جو ایسے مقبولین بارگاہ الٰہی اور خاصان خدا کے اٹھ جانے سے متوجہ ہوتے ہیں۔

حضرت کی وفات کے بعد حضرت کے بعض خدام اور اہل تعلق کو شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ حضرت کی سوانح حیات جلد مرتب کی جائے۔ اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح اپنے کو مٹایا اور ساری عمر اپنے کمالات کو پردۂ خفا میں رکھا، نیز آپ کی ذات جتنی ہمہ گیر اور کثیر الجہات تھی، اس کی بنا پر حضرت کے سوانح کا مرتب کرنا اور حضرت کی عظمت و شخصیت کو نمایاں کرنا نہایت دشوار اور نہایت نازک کام ہے، پھر بھی اس لیے کہ ایسی کتاب کا جلد سامنے آنا اہل تعلق کے تعلق کے دوام و استحکام اور ان کے استفادہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس بات کی ہمت کی گئی ہے کہ یہ سوانح قابل اعتماد اور مستند طریقہ پر مرتب کی جائے۔ جہاں تک خاندانی ابتدائی حالات کا تعلق ہے وہ راقم سطور نے خود ڈھونڈیاں ہیں حضرت کے اعزہ اور اہل خاندان سے دریافت کر کے محفوظ کیے ہیں لیکن اس کتاب کی تکمیل آپ کی توجہ اور تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جناب والا کی سہولت کے لیے چند عنوانات تحریر کرتا ہوں لیکن ان پر اکتفا ضروری نہیں ہے۔ آپ جس واقعہ اور جن معلومات کو سوانح کے لیے ضروری یا مفید سمجھتے ہوں ان کو بے تکلف تحریر فرمائیں۔

(۱) کوئی ایسا واقعہ یا واقعات جس کا تعلق حضرت کے حالات زندگی سے ہو (۲) کوئی ایسا واقعہ یا واقعات جس سے حضرت کی شخصیت، ذوق اور آپ کے کمالات کے سمجھنے میں مدد ملے۔ (۳) حضرت کا اخلاق، شفقت اور آپ کے ساتھ کوئی خاص واقعہ یا معاملہ (۴) ایسے واقعات جن سے حضرت کے طریقۂ تربیت کا اندازہ ہوتا ہو اور اس کا اندازہ ہو کہ اس فن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا مرتبہ اجتہاد عطا فرمایا تھا (۵) پنجاب کے دوروں کی تفصیلات اور آپ کے فیوض و برکات کے شواہد اور آثار (ان دوروں میں کتنے لوگ مستفید ہوئے، کتنے لوگوں کی اصلاح ہوئی، تعلیم و تربیت کے کیا ذرائع پیدا ہوئے، مدارس دینیہ کا قیام وغیرہ) ——— (۶) خاص ملفوظات و ارشادات ——— امید ہے کہ اس ضروری کام کی طرف جو جناب والا کے لیے فرحت بخش بھی ہے اور باعث تسکین بھی، جلد توجہ مبذول فرمائی جائے گی، اس سلسلہ میں جتنی زیادہ تفصیل اور بسط ہو گا، اتنی ہی زیادہ موجب تشکر اور باعث ممنونیت ہو گا اور اتنی ہی زیادہ مقدار میں مؤلف کتاب کو ضروری مواد میسر آئیگا۔ یہ بھی بے تکلف عرض کر دینا مناسب ہے کہ مؤلف کو اس میں سے کتاب کی ترتیب اور مقاصد کے مطابق انتخاب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائیگی۔ والسلام مع الاکرام

ابو الحسن علی

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔